SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, the February 22, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall Parliament House Islamabad, at fifty minutes past four in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ نَّظَرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ ھَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا
یَفْقَھُوْنَ۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ ؕ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

ترجمہ: اورجب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتا ہے کہ کیا تمہیں کوئی مسلمان دیکھتا ہے پھر چل نکلتے ہیں اللہ نے ان کے دل پھیر دیے ہیں اس لیے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دو مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اسی پر میں بھروسا کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

(سورۃ التوبۃ آیات 127 تا 129)

Leave of Absence

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ Leave applications

میاں رضا ربانی صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 17 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عدنان خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 17اور 18 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 22 اور 23 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: میر ہمایوں عزیز کرد، Minister for Livestock and Dairy Development نے اطلاع دی ہے کہ بعض مصروفیات کے باعث مورخہ 22 اور 23 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ سید حامد سعید کاظمی، وزیر برائے مذہبی امور نے اطلاع دی ہے کہ پہلے سے طے شدہ مصروفیات کے باعث مورخہ 22 اور 23 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ محترمہ شگفتہ جمانی ، وزیر مملکت مذہبی امور نے اطلاع دی ہے کہ پہلے سے طے شدہ مصروفیات کے باعث مورخہ 22 اور 23 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گی۔ محترمہ ثمینہ خالد گھرکی صاحبہ نے اطلاع دی ہے کہ وہ مصروفیات کے باعث آج مورخہ 22 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ مخدوم شاہ محمود قریشی صاحب سرکاری دورے پر ملک سے باہر ہیں اس لیے مورخہ 22 تا 26 فروری اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ مولانا عطاالرحمٰن صاحب ، وزیر برائے صحت نے اطلاع دی ہے کہ وہ ڈیرہ اسمٰعیل خان میں مصروفیات کے باعث مورخہ 22 اور 23 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر

سکیں گے۔ جناب محمد افضل سندھو، وزیر مملکت برائے ریلوے نے اطلاع دی ہے کہ ناسازی طبیعت کی بنا پر مورخہ 22 تا 24 فروری اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

جی Adjournment Motions عبدالحسیب خان صاحب! اپنی سیٹ پر آجائیے۔

Please read your Adjournment Motion.

سینیٹر عبدالحسیب خان: شکریہ جناب چیئرمین۔ منسٹر صاحب تشریف نہیں لائے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ پہلے اپنی adjournment motion پڑھیے۔

Adjournment Motion:
Manufacturing of Spurious Medicines in the Country

سینیٹر عبدالحسیب خان: میری adjournment motion یہ ہے کہ اخبار نے اطلاع دی تھی کہ 50% جعلی ادویات ہیں۔ یہ statement آنے کے دوسرے دن India Times میں یہ خبر چھپی کیونکہ export کے حوالے سے پاکستان aggressively بہت اہم کام کر رہا ہے اور انڈیا کا صرف کام ہی یہ ہوتا ہے کہ کوئی adverse report آئے تو وہ اسے highlight کرے۔

جناب چیئرمین: پہلے آپ adjournment motion پڑھیں پھر brief statement بعد میں آئے گی۔

Senator Abdul Haseeb Khan: It has been reported in the daily 'The News' dated 2nd January, 2010 that the Minister for Interior has informed the National Assembly that 40 to 50% of medicines being manufactured in the country are spurious. It is a matter of great public importance.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ شاہ صاحب! اس کو آپ oppose کر رہے ہیں؟

Senator Syed Nayyer Hussasin Bokhari (Leader of the House): Sir, the Minister is busy in the National Assembly but I don't oppose it.

Mr. Chairman: You don't oppose it. You should give the leave?

Senator Syed Nayyer Hussasin Bokhari: I don't oppose it.

Mr. Chairman: The motion is in order, the leave is granted and the discussion will be started on a date to be fixed later on.

دوسرا کوئی next day پر آجائے تو only take up one today میاں رضا ربانی صاحب کا bill ہے۔ ان کے دو bills ہیں۔ اچھا وہ آرہے ہیں، چلیے اس کو بعد میں لے لیتے ہیں۔ Commenced Motion خالد محمود سومرو صاحب موجود ہیں؟ موجود نہیں ہیں۔ اس کو defer کر دیتے ہیں۔ Next Commenced Motion طلحہ محمود صاحب۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: جناب چیئرمین! میں اس میں صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس کے بعد کا جو میرا ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حوالے سے resolution ہے، اس کو پہلے لے لیں۔

جناب چیئرمین: پہلے آپ اس کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں، اس کو defer کر دیں؟

سینیٹر محمد طلحہ محمود: اس کو defer کر دیں۔

جناب چیئرمین: اس کو آپ defer کرانا چاہتے ہیں۔ جی نیر بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! یا تو یہ اس پر debate کر لیں یا پھر اس کو withdraw کر لیں۔

جناب چیئرمین: Withdraw کر لیں، پھر دوبارہ لے آئیے گا۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: جناب! یہ already آیا ہوا ہے، اس کو next میں رکھ لیں، ویسے یہ بہت important ہے کیونکہ مسئلہ عافیہ صدیقی ہے۔

جناب چیئرمین: اس کو آپ withdraw کر لیں اور عافیہ صدیقی والے پر آجائیں۔ آپ اس کو next day پر لے آئیے گا۔ ذرا ہاؤس order میں آجائے گا۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: چلیں ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے withdraw کر لیتے ہیں۔

Now we come to the next one resolution. Item No. 1. Please move the resolution. Talha Mahmood sahib.

Resolution : The Grave Concern and Sorrow of the Senate of Pakistan on the Continued Detention of Dr. Afia Siddiqui and her Children.

Senator Muhamamd Talha Mahmood: “ The Senate of Pakistan expresses its grave concern and sorrow on the sentence awarded to Pakistani national Dr. Afia Siddiqui by an American Court and demands the Government of Pakistan to take effective steps to get her released immediately.”

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔آپ اس پر بحث کرلیں۔ اس پر جو بولنا چاہتے ہیں وہ اپنا نام لکھوا دیں۔ پہلے آپ خود بولیں۔مشہدی صاحب نام لکھوا دیں تاکہ فہرست تیار ہو جائے۔ بڑی مہربانی ہو گی۔طلحہ صاحب آپ شروع کریں۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس اہم موضوع کو زیر بحث لانے کی اجازت دی۔مجھے امید ہے کہ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس حوالے سے ہماری سیاسی جماعتیں، تمام فرقے اور ہماری پوری قوم ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور اس کے معصوم بچوں کی امریکہ سے رہائی چاہتے ہیں۔ امریکہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو بلامشروط رہا کرکے پاکستان میں normal زندگی گزارنے کا موقع دے۔

جناب چیئرمین! ڈاکٹر عافیہ صدیقی ایک نام نہیں ہے بلکہ یہ اب daughter of the nation ہے۔ یہ اب بین الاقوامی مسئلہ ہے۔امت مسلمہ کی غیرت اور حمیت کا مسئلہ ہے۔ بقول ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے ان کو مارچ 2003 میں کراچی سے اغوا کیا گیا۔2008 میں Awan Radley جو کہ برٹش صحافی ہیں انہوں نے ایک 650 Cell جس میں ایک عورت کی چیخوں کی نشان دہی کی۔ جس کا بعد میں پتا چلا کہ وہ ڈاکٹر عافیہ صویقی ہیں۔2008 میں مشاہد حسین سید صاحب کی سربراہی میں جو وفد امریکہ گیا، میں اس وفد کا حصہ تھا اور میری ملاقات Fenton Detention Centre میں ڈاکٹر عافیہ

صدیقی کے ساتھ پونے تین گھنٹے ہوئی جس میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے بہت ساری باتیں میرے ساتھ کیں اور یہ پہلا ایسا وفد تھا جس کی directly ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے ساتھ پورے چھ سال کے بعد ملاقات ہوئی۔ 2003 سے لے کر 2008 تک تقریباً ساڑھے پانچ سال کے بعد کسی وفد کے ساتھ یا ایسے منصب کے لوگوں کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں انہوں نے اپنے بارے میں بتایا اور ہم نے بھی اس کے حوالے سے کافی معلومات حاصل کیں۔ جس وقت میں ان سے ملا تھا وہ زخمی حالت میں تھی، اس وقت ان کے تین بچے بھی missing تھے۔ ان کی ایک بیٹی جس کی عمر چار سال تھی جو 2003 میں اغوا ہوئی جس کا نام مریم تھا، ایک بیٹا جس کا نام سلیمان تھا وہ چھ ماہ کا تھا، ایک بچہ جس کی عمر چھ سال تھی اس کا نام احمد تھا یہ تین بچے تھے جو ان کے ساتھ اغوا ہوئے۔ بقول ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے کہ ان کے بچوں کو black mailing کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اور بقول ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے وہ بچے افغانستان میں جس Cell میں 2003 میں وہ گرفتار ہو کر قید ہوئیں، کچھ عرصے تک ساتھ والے Cell سے بچوں کی چیخوں کی آوازیں آتی رہیں اور کچھ عرصے کے بعد وہ آوازیں بند ہو گئیں۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی پر جو جرم لگایا گیا وہ attempt to murder American soldiers کی بنیاد پر لگا لیکن جس وقت میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی سے ملا ہوں تو وہ زخمی حالت میں تھیں، اس کو گولیاں ماری گئی تھیں اور وہ گولیاں ان ہی امریکی سپاہیوں نے ماری تھیں جن کے حوالے سے اس پر مقدمہ بنایا گیا۔

جناب چیئرمین! بہت سارے سوالات اٹھتے ہیں، اس چھ ماہ کے بچے کا کیا قصور تھا، اس چار سال کی بچی کا کیا قصور تھا، اس چھ سال کے بچے کا کیا قصور تھا کہ ان کو افغانستان میں بگرام جیل میں رکھا گیا۔ اس کے بعد 2008 میں ایک ڈرامہ whatsoever بنایا گیا جس کے حوالے سے وہ دنیا کے سامنے آئیں اور افغانستان سے امریکہ shift کی گئی۔ جناب والا، مجھے ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے بتایا کہ جب وہ نیویارک جیل کے اندر تھی تو ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا جو میں بتانے کے قابل نہیں ہوں، اس میں ویڈیو بھی بنائی گئی تھی۔ جناب والا، یہ وہ ملک ہے جس کے لیے ہماری بہت بڑی قربانیاں ہیں۔ میں اس کے بارے میں مزید بات چیت ضرور کروں گا۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے MIT University of America سے Neuro Sciences میں Ph.D کی۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی انتہائی intelligent خاتون اور حافظ قرآن بھی ہے۔ وہ قوم کی بیٹی ہے، پاکستان کی شہری ہے وہ American nationality holder نہیں ہے، وہ پاکستانی ہے اور پاکستانی پاسپورٹ رکھتی ہے لیکن اس کو پاکستان سے اغواء کیا گیا اور افغانستان پہنچایا گیا۔ بقول ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے، جب وہ اپنے گھر سے اسلام آباد جانے کے لیے نکلی

تو اس کو راستے میں روکا گیا اور ان کو ایک انجکشن دیا گیا جس سے وہ بے ہوش ہو گئی اور جب ان کی آنکھ کھلی تو وہ اس وقت بگرام جیل میں تھی یہ مجھے ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے خود بتایا۔ جب ہماری بات چیت ڈاکٹر عافیہ صدیقی سے ہو رہی تھی تو ہم نے کئی باتوں میں محسوس کیا کہ ان کی یادداشت lapse کر جاتی تھی، وہ بھول جاتی تھی، اس کی کافی ساری باتیں بھی abrupt تھیں۔

جناب چیئرمین! بعد میں پتا چلا کہ اس کا ایک بیٹا احمد جس کو برآمد کرنے میں اس حکومت کا کردار ہے کہ اس کے بچے کو برآمد کیا اور وہ حکومتیں جنہوں نے اس کو بچوں سمیت غیر ملکیوں کے ہاتھوں بیچا یا ان کے حوالے کیا بہرحال اس حکومت کا یہ کریڈٹ ضرور ہے کہ انہوں نے ایک بچہ برآمد کیا اور اس حوالے سے کوششیں بھی کیں۔ جناب والا، ایک بیٹا احمد برآمد ہو گیا۔ میرا سوال ہے کہ اس کا کیا قصور تھا وہ کون سے Human Rights ہیں، وہ کون سا انصاف ہے، وہ کون سا justice ہے جس کے حوالے سے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو اغوا کیا، اگر ان امریکیوں کی کوئی reservations تھیں تو ان بچوں کے حوالے سے کیا reservations تھیں؟ ان بچوں کو اغوا کرنے کا کیا مطلب تھا؟ جناب والا، اس پر جو کیس بنایا گیا، اگر ان کی کوئی اور reservations تھیں تو ان کو وہ reservations دنیا کے سامنے لانی چاہیے تھیں۔ اس پر انہوں نے جو کیس بنایا ہے وہ attempt to murder کا ہے اور ہم attempt to murder کو ہی discuss کریں گے۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ اس کا تعلق القاعدہ سے تھا، اس کا تعلق کسی ایسی organization کے ساتھ تھا جو امریکہ کے خلاف تھی تو وہ دنیا کے سامنے لاتے، اگر وہ دنیا کے سامنے نہیں لاتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ defaulter ہیں، انہوں نے یہ bogus case بنایا ہے attempt to murder کا۔ اس بندوق سے گولی نہیں چلی، اس بندوق سے کوئی خول برآمد نہیں ہوا، اس بندوق پر ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے finger prints نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ کیس بنایا گیا، ساری دنیا اس کیس کو دیکھ رہی ہے۔ یہ عجیب و غریب کیس ہے۔ یہ ایسا کیس ہے جس میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو گولیاں لگیں لیکن ڈاکٹر عافیہ صدیقی ہی پر یہ کیس بنایا گیا۔ جنہوں نے گولیاں ماریں، جنہوں نے اس کو زخمی کیا ان لوگوں کے حق میں اس کے خلاف کیس بنایا گیا اور اس کو مجرم بھی قرار دے دیا۔ وہ بندوق جس سے کوئی گولی نہیں نکلی اور اس پر کوئی بھی عافیہ صدیقی کے finger prints laboratory کے حوالے سے برآمد نہیں ہوئے۔ جناب چیئرمین! دو گواہ پیش ہوئے ایک کہتا ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر گولی چلائی ہے اور دوسرا گواہ کہتا ہے کہ اس نے کھڑے ہو کر گولی چلائی ہے۔ یہ عجیب و غریب عدالت جس نے یہ

ساری چیزیں سننے کے بعد اس جیوری نے انصاف کی دھجیاں اڑا دیں، اس نے human rights کی violation کی اور انہوں نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی پر ثابت کر دیا کہ وہ مجرم ہے، یہ کیسا فیصلہ ہے جس میں عدالت میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ معصوم ہے لیکن اس کے باوجود اس کو مجرم ثابت کیا گیا۔

جناب چیئرمین! اس کے علاوہ بھی جو witnesses ہیں ان کو green cards دیے گئے ہیں، ان کو امریکہ میں رہائشیں دی گئی ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں دیا گیا؟ کیا اپنے مطلب کی کوئی statement دلوانا چاہتے تھے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ امریکہ، پاکستان میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اپنا image بہتر کرنا چاہتا ہے، مجھے نہیں سمجھ آتی کہ ان کے کون سے مشیران ہیں، کون ان کو یہ مشورے دے رہا ہے، کون چاہتا ہے کہ ان کا image مزید خراب ہو، ان کا اس region میں بہت بڑا interest ہے اور اس interest کی قیمت پاکستان ادا کر رہا ہے۔

جناب چیئرمین! ایک ایسی خاتون جو ذہنی طور پر abnormal ہو، جو upset ہو، وہ کیسے اپنا lawyer depute کر سکتی ہے، کیسے اس کا case چلایا جا سکتا ہے۔ میرا آج ایک بہت بڑا سوال ہے کہ اگر یہ action جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ attempt to murder ہوئی، کیا یہ attempt to murder امریکہ کی jurisdiction میں ہوئی ہے یا افغانستان میں ہوئی ہے؟ اگر افغانستان میں ہوئی ہے تو امریکہ میں اس کا case کیوں چلایا گیا؟ وہ پاکستان کی شہری ہے، پاکستانی شہری ہونے کے باوجود اس کو consular access نہیں دی گئی۔ یہ international law ہے کہ پاکستان یا دنیا کا کوئی بھی ملک، اگر کسی ملک کے شہری کو کسی ملک سے کسی دوسری جگہ transfer کرتے ہیں یا اس کو مجرم قرار دیتے ہیں یا ملزم قرار دیتے ہیں، تو اس کی statement record ہوتی ہے، consular access دی جاتی ہے۔ یہ justice کی دھجیاں اڑائی گئیں، انصاف کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف اسی issue کے اوپر ہم international court میں جا سکتے ہیں۔ سب کہتے ہیں کہ افغانستان کا treaty agreement نہیں ہے، United States کا treaty agreement نہیں ہے یا وہ international عدالت کو نہیں مانتے لیکن یہ international issue ہے کہ اس کو، ایک پاکستانی بیٹی کو، ایک پاکستانی شہری کو، بغیر consular access کے افغانستان سے غیر قانونی طریقے سے امریکہ shift کیا گیا۔ ہماری یہ حکومت خاموش ہے، ہمارے ادارے خاموش ہیں، انہوں نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ جب یہ چیز دنیا کے سامنے آئی، میڈیا کے سامنے آئی تو پھر حکومت

کو بولنا پڑا لیکن حکومت نے اپنی آواز اس مضبوطی سے بلند نہیں کی جس مضبوطی سے اس کو بلند کرنی چاہیے تھی۔

ہم نے امریکہ کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ یہ میری کمیٹی ہے جس نے پھر اس issue کو اٹھایا اور اس پر پانچ اجلاس کیے۔ ان اجلاسوں میں ہر اس شخص کو بلانے کی کوشش کی اور بلایا جو directly یا indirectly ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے case سے منسلک تھا۔ اس معاملے کو ہم میڈیا میں لے کر آئے۔ مختلف تنظیموں اور سیاسی جماعتوں کے سامنے یہ issue اٹھایا گیا۔ اس کمیٹی کا credit ہے کہ اس کمیٹی نے All Parties Conference طلب کی اور یہ credit ہے کہ اس کمیٹی کے اجلاس میں تقریباً پاکستان کی ہر پارٹی کے نمائندوں نے شرکت کی اور unanimously سب نے اس بات پر agree کیا کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا معاملہ ایک ایسا issue ہے جس پر ہم سب اکٹھے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ سیاست کے حوالے سے ساری جماعتیں ایک جگہ نہیں بیٹھتیں لیکن ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے issue پر کسی نے نہ نہیں کی بلکہ اس کو support کیا۔

جناب چیئرمین! پاکستان کی بیٹیوں کو اٹھایا جا رہا ہے۔ ہم نے قربانیاں دی ہیں۔ اس پوری دنیا کے اندر، war against terrorism کے لیے جتنی بھی قربانیاں دی گئیں، اس میں سب سے بڑی قربانی پاکستان نے دی ہے۔ ہماری معیشت تباہ ہوگئی ہے۔ ہماری ہزاروں کے حساب سے casualties ہوئی ہیں۔ ہمارا infrastructure تباہ ہو گیا ہے۔ آج ہم بجلی کو روتے ہیں، ہم گیس کو روتے ہیں، ہماری exploration رک چکی ہے۔ ہمارے ملک میں کسی چیز کی کمی نہیں، ہمارے ملک میں گیس ہے لیکن ہم explore نہیں کر پا رہے۔ نو دس سال سے یہ معاملہ چل رہا ہے۔ ہمارے ملک سے foreign investor بھاگ چکا ہے، local investor سرمایہ کاری کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بے روزگاری height پر ہے۔ Law and order آپ کے سامنے ہے، چوکیاں ہیں، رکاوٹیں ہیں، گاڑیوں کی لمبی لائنیں ہیں، ہمارا communication system تباہ ہوگیا۔ ان سب کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کا ذمہ دار امریکہ ہے۔ ہم نے اس کے لیے یہ قربانیاں دی ہیں اور بدلے میں ہمیں کیا مل رہا ہے؟ بدلے میں ہمیں surveillance کیمرے مل رہے ہیں، بدلے میں ہمیں drone attacks مل رہے ہیں، بدلے میں ہمیں ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیسے cases مل رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ northern borders جہاں پر پورے 52-50 سالوں میں ایک سپاہی ہمیں depute نہیں کرنا پڑا، آج وہاں پر ہماری ایک لاکھ سے زیادہ فوج بیٹھی ہے، ہمارا tribal

area آگ میں جل رہا ہے، ہمارا Frontier تباہ ہو گیا، ہمارا بلوچستان تباہ ہو گیا اور ہمیں تحفے میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیسے cases سنائے جا رہے ہیں۔ ہماری بیٹیوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور ہم خاموش بیٹھے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ ہماری Government اس میں کام کر رہی ہے، اس نے دو ملین ڈالر دیے ہیں، اس نے وکیل hire کیے ہیں لیکن وہ شخص جو وہاں بیٹھا ہے، کیا اس نے ہمارا case صحیح لڑا؟ وہ ambassador جو پاکستان کا ambassador ہے، کیا وہ واقعی پاکستان کا ambassador ہے یا امریکہ میں بیٹھ کر امریکہ کا ambassador ہے اور پاکستان کا بن رہا ہے؟ اس نے کیا cases لڑے ہیں، کیری لوگر بل آپ کے سامنے ہے، مختلف معاملات ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس میں ہمیں step لینا ہے۔ ہماری ساری سینیٹ، مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حوالے سے ہم سب اکٹھے ہیں، ہماری پوری قوم اس حوالے سے اکٹھی ہے۔ یہ northern area جس علاقے میں کبھی Indian Consulate نہیں تھی، آج درجنوں کے حساب سے وہاں consulates ہیں، وہ consulates وہاں پر کیا کر رہی ہیں؟ وہاں کون سے businesses چل رہے ہیں، وہاں پر کون سا trade چل رہا ہے؟ وہاں سے پاکستان کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں، وہاں سے انڈیا دراندازی کر رہا ہے اور اس کو امریکہ support کر رہا ہے۔ امریکہ یہ support کرنے کے بعد ہمیں تحفے میں دے رہا ہے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا کیس۔

جناب چیئرمین! آج ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو اٹھایا گیا ہے، کل ہماری بیٹیوں کی طرف آئیں گے، آپ کی بیٹیوں کی طرف آئیں گے، میری بیٹیوں کی طرف آئیں گے۔ ہمیں ان لوگوں کو ابھی روکنا ہوگا۔ اگر ہم نے آج ان کو نہیں روکا تو کل یہ پاکستان کے ہر گھر میں داخل ہوں گے۔ اگر ہم نے عزت کے ساتھ رہنا ہے، integrity کے ساتھ رہنا ہے، respect کے ساتھ رہنا ہے تو ہمیں ان کے ڈیڑھ ارب ڈالرز نہیں چاہییں، ان کے ڈیڑھ ارب ڈالرز کیا چیز ہے، ہمیں انہوں نے directly اور indirectly اربوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے۔ حکومتِ پاکستان کہتی ہے کہ 35 سے 45 ارب ڈالرز کا نقصان ہوا ہے، میں کہتا ہوں کہ پاکستان کا نقصان 100 ارب ڈالرز سے بھی زیادہ ہوا ہے۔ ہم خاموش ہیں۔ ہم کیوں خاموش ہیں؟ یہ ہمارے گھر میں پیسے دینے کے لیے آئیں گے۔ ہمیں کھڑا ہونا ہے غیرت کے ساتھ، ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہماری 18 کروڑ عوام بہت غیرت مند قوم ہے۔ ان سب نے صرف حکومتوں کو دیکھا ہے، ہماری قوم کو نہیں دیکھا۔ ہماری قوم بہت غیرت مند ہے۔

جناب چیئرمین! میں اپنی تقریر کو conclude کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ ضرور کہوں گا کہ امریکہ سے ہمیں دو ٹوک بات کرنی ہے اور دو ٹوک بات یہ ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو آپ رہا کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر رہا کرتے ہیں تو آپ ہمارے دوست بھی ہیں، ہم آپ سے اچھا تعلق رکھنا چاہتے ہیں، آپ کا image بھی اچھا ہوگا لیکن اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم رہا نہیں کرتے تو ہمیں اپنی foreign policy کو change کرنا ہوگا، ہمیں reconsider کرنا ہوگا۔ ہماری خواہش ہے کہ ان کے ساتھ اچھے تعلقات ہوں لیکن اس حوالے سے ہمیں اتنی بے غیرتی سے ان کے ساتھ ایسے تعلقات نہیں رکھنے چاہییں۔ ہم نے ان کو جو support دی، جو ہماری سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی ہیں، ان کے کنٹینرز یہاں سے گزر رہے ہیں، ان کے ڈرون حملے ہو رہے ہیں اور جو جو کام ہو رہے ہیں ان سب کو reconsider کرنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین! میرا مطالبہ ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو اس کے بچوں سمیت غیر مشروط رہا کیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک چیز کی طرف میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ اس میں چھوٹی سی غلطی ہے۔

جناب چیئرمین: اس Resolution کو ٹھیک کرنا پڑے گا۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: یہ sentence نہیں ہے۔ اس کی اجازت دے دیں۔

جناب چیئرمین: اس کو ٹھیک کر لیتے ہیں اور ایوان سے پوچھیں گے کہ کیسے اس کی wording کو ٹھیک کریں۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: آپ کا بہت بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: We left this to ask the House that how to revert this. I hope you are feeling well. بابر صاحب آپ نے کچھ کہنا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان (وزیر برائے قانون و انصاف): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Much better, اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور آپ سب کی دعا اور شفقت سے۔ پہلی بات یہ کہ خود فاضل mover نے کہا ہے کہ جو کوششیں حکومت پاکستان نے کیں۔۔۔

جناب چیئرمین: ابھی تک تو sentence award ہی نہیں ہوئی ہے، میں نے جو اخبارات میں پڑھا ہے۔ اس میں وسیم سجاد صاحب آپ کی بھی input لوں گا۔

سینیٹر ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان: جناب چیئرمین! اس میں shortly میں کچھ گزارش کروں گا کہ جو کوششیں ہوئی ہیں ان کا اعتراف یہاں پر پہلے ہی کر دیا گیا ہے، میں اس تفصیل میں جائے بغیر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت پاکستان نے ہر forum پر اور ہر channel کے ذریعے جو دو آزاد اور خودمختار ریاستوں کے درمیان دستیاب ہوتے ہیں، پہلے دن سے یہ کوشش کی ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو رہا کیا جائے۔ اس میں ہمیں partially کامیابی بھی ہوئی in the form of the release of her son اور مجھے امید ہے کہ-----

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: مجھے وزیر مملکت کو متوجہ کرنا پڑ رہا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کے آداب کے خلاف ہے کہ آپ lobby سے کوئی چیز لیں یا دیں۔

جناب چیئرمین: جی یہ valid point ہے۔ جی بابر صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان: جناب چیئرمین! دوسری گزارش یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے legal assistance کی بھی پوری کوشش کی۔ یہ ایک ایسا case ہے جس پر آپ کی اجازت سے میں دو تین comments کرنا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: جی ضرور۔

سینیٹر ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان: پہلا comment یہ ہے کہ this is a case of conflict of law جس طرح rightly یہ کہا گیا کہ ایک جگہ پر allege کیا جاتا ہے کہ abduction ہے، دوسری جگہ پر so called occurrence ہے اور victimization, دوسری پارٹی کہہ رہی ہے جس کے ثبوت بھی ہیں اور تیسری جگہ پر جا کر ایک تیسرے ملک میں یہ تینوں علیحدہ علیحدہ ملک ہیں۔ So, to my understanding as a lawyer, this is a case of conflict of law. جہاں پر conflict of law آئے، بین الاقوامی اصول یہ ہے کہ وہ موقف مانا جاتا ہے جو ملزم کے حق میں جاتا ہو۔ This is number one and number two کہ اس میں international laws کی بھی violations ہوئی ہیں جن کے بارے میں defence attorneys نے بھی اس کا اظہار کیا اور کچھ باتیں ایسی تھیں جو وہاں پر نہیں ہو سکیں۔ اس کو study کرنے کے بعد جو کچھ facts ہمارے سامنے ہیں، یہ ایک ایسا case ہے جس پر international laws کی بھی violations پائی جاتی ہیں۔

جناب چیئرمین! میرا تیسرا short comment یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں، یہاں پر ایس ایم ظفر صاحب تشریف رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں، راجہ ظفر الحق صاحب موجود ہیں وہ جانتے ہیں، نیر بخاری صاحب ہیں، دوسرے دوست جو وکلا ہیں وہ سارے جانتے ہیں کہ circumstantial evidence کے لیے ساری دنیا کا قانون یہ کہتا ہے کہ circumstantial evidence میں جائے واردات سے ملزم کی گردن تک تمام کڑیاں ملتی ہوں، اگر کوئی ایک کڑی بھی circumstantial evidence کی ٹوٹ جائے تو اس پر ملزم کا inalienable right ہو جاتا ہے کہ اس کو بری کیا جائے۔ اس case میں three circumstantial evidences جو کہ origin of the arrest is not known, پہلی بات یہ ہے۔ ان کے case کے مطابق origin of arrest is doubtful. اس لیے کہ مغویہ ڈاکٹر عافیہ جن کو اغوا کیا گیا، ان کا کہنا ہے کہ پاکستان سے ان کو abduct کیا گیا، دوسری پارٹی کا موقف دوسرا ہے۔ یہ پہلے نکتے پر ہی benefit of doubt بنتا ہے origin or crime پر۔ دوسرا benefit of doubt یہ ہے کہ forensic toxicology جو دونوں reports ہیں وہ ان کو support ہی نہیں کرتیں اور وہ ان کے خلاف جاتی ہیں۔ جہاں یہ circumstantial evidence ہو اور circumstantial evidence کے نتیجے میں دوسرا نکتہ بھی ان کے خلاف جاتا ہو تو benefit of doubt کا internationally recognized golden principle ہے، benefit of doubt prosecution کو، سرکار کو اور استغاثہ کو نہیں ملتا، ہمیشہ متہم کو، ملزم کو یا مجرم کو جو بھی stage ہو اس کے case کی، اس کو ملتا ہے۔

تیسری اس میں بہت اہم بات یہ ہے کہ اگرچہ jury نے اپنی judgment دی ہے لیکن court کی judgment ابھی نہیں ہوئی۔۔۔

جناب چیئرمین: جی sentencing ابھی نہیں ہوئی ہے conviction and sentencing are two different things.

سینیٹر ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان: جی sentencing ابھی نہیں ہوئی، jury نے اپنا verdict دیا ہے and the court has the power to agree or disagree with the Jury. اس لیے میرے کاغذوں میں اس کو conviction نہیں کہا جاسکتا۔ اگر ہماری آواز کہیں تک پہنچتی ہے تو اس سے یہ کہنا بہت ضروری ہے کہ وہ دوبارہ evidence کا جائزہ لے on the touch stone of three principles which I have said before this House.

Fourth, Pakistan کے صدر جناب آصف علی زرداری صاحب نے حال ہی میں with one of the functionaries of the USA کی ملاقات اس میں loudly, clearly, specifically and without any doubt کھل کر یہ کہا ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو رہا کیا جانا چاہیے۔ اس لیے wording آپ درست کر لیں۔ حکومت پاکستان اور پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کی اتحادی جماعتیں اس قرارداد کی حامی ہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی نیر بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! The Law Minster has made a statement and if the mover intends to amend the Resolution, that may be brought and the House agrees on it. The government's stance is very clear. We support this Resolution subject to the wording of the Resolution.

جناب چیئرمین: وسیم سجاد صاحب۔ جی پروفیسر خورشید صاحب wording کی بات ہو رہی ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین۔ میرے خیال میں یہ ایک قومی مسئلہ ہے اور مجھے خوشی ہے کہ وزیر قانون نے بھی اس معاملے میں اچھے نکات بیان کیے ہیں۔ ہم سب کے جذبات اور ہم سب کا اصرار ہے کہ اس معاملے کو متفقہ طور پر دونوں Houses of the Parliament میں اٹھائیں اور پھر حکومت اس کا بھرپور اظہار کرے۔ اس میں پاکستان کے پاس جو بھی leverage ہے اسے استعمال کیا جائے۔ الفاظ کے بارے میں ایک کمیٹی بنا دیں تاکہ اس کو درست کر لیا جائے لیکن یہ متفقہ قرارداد آنی چاہیے، اس میں کوئی dispute نہیں ہے اور ہم اس کی پوری تائید کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی وسیم سجاد صاحب، آپ یہ mover کو دکھا لیں۔

سینیٹر وسیم سجاد (قائد حزب اختلاف): جناب والا! انہی سے consult کر کے ایک wording بنائی ہے۔

جناب چیئرمین: وزیر قانون کہاں ہیں ان کو بھی دکھا دیں اور بخاری صاحب کو بھی، پھر جو ایوان کا متفقہ فیصلہ ہو گا۔ پروفیسر صاحب میرے خیال میں اگر Resolution آ رہا ہے تو پھر بولنے کی ضرورت نہیں ہے اگر پھر بھی feel کرتے ہیں تو بول لیں۔ بخاری صاحب آپ پڑھ لیں۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, the proposed Resolution is that the Senate of Pakistan expresses its great concern and sorrow on the continued detention of Dr. Afia Siddiqui and her children and demands that the Government of Pakistan adopt all legal and diplomatic measures to seek their release and return to Pakistan.

Mr. Chairman: It has been moved that the Senate of Pakistan expresses its great concern and sorrow on the continued detention of Dr. Afia Siddiqui and her children and demands that the Government of Pakistan adopt all legal and diplomatic measures to seek their release and return to Pakistan.

(*The motion was carried*)

Mr. Chairman: The Resolution stands passed unanimously.

(*The Resolution was adopted unanimously*).

Mr. Chairman: Item No. 9 stands in the name of Begum Najma Hameed, please move the Resolution.

وہ موجود نہیں ہیں، اس کو defer کر دیتے ہیں۔ اب میرا خیال ہے کہ پہلے میاں صاحب! دو bills لے لیتے ہیں اور اس کے بعد price hike کی motion پر بحث کر لیتے ہیں۔ میاں صاحب۔

Senator Mian Raza Rabbani: Thank you sir. I beg to move for leave to introduce a Bill further to amend the State Bank of Pakistan Act, 1956 [The State Bank of Pakistan (Amendment) Bill, 2010].(omission of section 8A).

Mr. Chairman: Is it opposed?

Senator Dr. Zaheer−ud−din Babar Awan: No. Mr. Chairman, it may kindly be sent to the Standing Committee.

Mr. Chairman: I now, put the motion before the House.

(The motion was carried).

Mr. Chairman: The motion is carried and the leave to introduce the Bill is granted. Item No.3. Mian Raza Rabbani.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I beg to move to introduce the Bill further to amend the State Bank of Pakistan Act, 1956 [The State Bank of Pakistan (Amendment) Bill 2010].

Mr. Chairman: The Bill as introduced stands referred to the Standing Committee concerned. Mian Sahib, please move item No.4.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I beg for leave to introduce a Bill to repeal the State Bank of Pakistan Banking Services Corporation Ordinance, 2001 [The State Bank of Pakistan Banking Services Corporation Ordinance (Repeal) Bill, 2010].

Mr. Chairman: Not opposed. Now, I put the motion before the House.

(The motion was carried).

Mr. Chairman: The motion is carried and the leave to introduce the Bill is granted. Mian Sahib, please move item No.5.

Senator Mian Raza Rabbani. Thank you sir. I beg to introduce the Bill to repeal the State Bank of Pakistan Banking Services Corporation Ordinance, 2001[The State Bank of Pakistan Banking Services Corporation Ordinance (Repeal) Bill, 2010].

Mr. Chairman: The Bill as introduced stands referred to the Standing Committee concerned. Now, we come to the commenced motion. Senator Semeen Siddiqui Sahiba.

Further Discussion on the Commenced Motion : The Prevailing Price Hike and Overall Economic Situation in the Country.

سینیٹر سیمیں صدیقی: شکریہ جناب چیئرمین! مہنگائی اور بےروزگاری پر ہماری debate چل رہی ہے، اس کے بارے میں میں کیا کہوں مجھے تو کہیں سے بھی کوئی امید نظر نہیں آتی کہ مہنگائی ختم ہو گی۔ جناب والا! اس پر کیا discussion کی جائے۔ یہ مجھے debating club لگتا ہے کہ ہم یہاں آتے ہیں، تقریریں کرتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں، اس پر پیش رفت تو کوئی ہوتی نہیں۔

جناب والا! میں یہاں کس بحران کا ذکر کروں۔ یہاں پر پانی کا بحران ہے، یہاں پر بجلی کا بحران ہے۔ یہاں پر آگے چل کر گندم کا بحران آنے والا ہے۔ چینی کا بحران ہے اور روٹی کپڑا مکان یہ ہر شہری کی بنیادی ضروریات ہیں اور ہر حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس چیز کا خیال رکھے کہ کوئی انسان بے گھر نہ ہو۔ اس کو روزگار ملے، روٹی ملے۔ جب روزگار ہی نہیں ہوگا تو وہ روٹی کہاں سے حاصل کرے گا۔ وہ اپنا گزارہ کس طرح کرے گا۔ وہ اپنی بچوں کی تعلیم کا کس طرح بندو بست کر سکے گا۔ جناب والا! نظام تعلیم میں بہت تفریق ہے۔ ایک elite class کے لیے سکولز ہیں اور ایک غریب بچوں کے لیے سکولز ہیں۔ غریب بچہ محرومی کا شکار ہے۔ انہوں نے تو medium of education تک ایک نہیں کیا اور اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

جناب والا! میں بجلی کے بحران کی بات کرنا چاہوں گی۔ ایک اوریکل کمپنی ہے اس کا اور KESC کا معاہدہ Thar Coal کے سلسلے میں ہوا ہے اور ان کو ایک بلاک دیا گیا ہے۔ جناب والا! میں حکومت سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جب KESC کی کارکردگی اتنی ناقص ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ KESC کے پیچھے کون سی شخصیات ہیں تو پھر KESC کے ساتھ اوریکل کا معاہدہ کرنے کا کیا مطلب ہے اور یہ اختیار KESC کو کس نے دیا؟ جناب والا! یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ اس میں kick backs کا ضرور کوئی نہ کوئی آسرا رکھا گیا ہوگا۔ KESC میں جس کسی کی بھی backing ہے اس کو ہم سب جانتے ہیں، ہم نام نہیں لینا چاہتے، یہ benefit تو غریب عوام کو نہیں جائے گا۔ یہ ملک کی بہتری کے لیے نہیں ہے۔ یہ سارا فائدہ KESC اور اس کے پیچھے جو کرتا دھرتا لوگ ہیں انہی کو جائے گا۔ کیا گارنٹی ہے کہ KESC اس بلاک سے power generate کرے گی اور وہ عوام کو مہیا کرے گی جب کہ ایک

شہر کو تو وہ بجلی مہیا نہیں کر سکتی اور اپنا تیل بچانے میں وہ سر گرم ہے جس کی وجہ سے کراچی کے لوگ loadshedding کی سزا بھگت رہے ہیں۔ کراچی میں چار، چار، پانچ، پانچ گھنٹے ایک دن میں لوڈشیڈنگ ہوتی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس بارے میں تحقیقات کرنی چاہئیں کہ KESC کو کس نے اجازت دی کہ وہ اوریکل کے ساتھ معاہدہ کرے۔

جناب والا! میں گزارش کروں گی کہ ہم آئی ایم ایف کے لیے روتے ہیں۔آئی ایم ایف سے ہمیں مذاکرات کرنے چاہیئیں کہ وہ ہمارے لیے شرائط آسان کر دے اور دوسری گزارش یہ ہے کہ ہماری جتنی elite class ہے یا بڑے businessmen ہیں یا بڑے سیاستدان ہیں جنہوں نے اپنی رقوم باہر کے بینکوں میں رکھی ہوئی ہیں، یہ ہر دفعہ میں اپنی تقریر میں کہتی ہوں کہ وہ اپنی رقم پاکستان میں لے آئیں تو ہمیں آئی ایم ایف کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی لیکن آج میں ان سے یہ گزارش کروں گی کہ آپ اپنی رقم نہیں لاتے، اسے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو اس پر جو آپ کم سے کم mark up کما رہے ہیں ،وہی آپ پاکستان میں لے آئیں اور یہاں کے بینکوں میں رکھیں تو اس ملک کی حالت کچھ سدھر سکتی ہے۔

جناب والا! ہمیں dependency نہیں کرنی چاہیے ۔ ہمیں اب self reliance کی طرف آنا چاہیے ۔ ہمارا ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک ہم اپنے آپ پر reliance نہ کریں اور اپنے زور بازو پر بھروسا نہ کریں۔آخر ہم کب تک بھیک مانگتے رہیں گے اور کب تک ہم loans and aids کے لیے مختلف ممالک میں کشکول پھیلاتے رہیں گے ۔غریبی دور کرنے کا یا مہنگائی دور کرنے کا یہ کوئی علاج نہیں ہے ۔ Self reliance بہت ضروری ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہونا سیکھیں۔آپ عوام کو ہزار روپیہ دے دیتے ہیں یا زکوٰۃ میں سے کچھ رقم دے دیتے ہیں تا کہ وہ مہنگائی کا سامنا کر سکیں ، یہ ایک اچھی بات ہے لیکن آگے چل کر اس کا محتاج نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیں ایسے ذرائع آمدنی پیدا کرنے چاہیے کہ غریب آدمی خود اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم انہیں skills دیں ، ہم انہیں technical know how دیں۔ اس ملک میں ہمارے پاس youth % 65 ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے پاکستان کا مستقبل بہتر ہو، غریبی ختم ہو تو ہمیں چاہیے کہ اس youth کو، بجائے اس کے کہ وہ criminal element بنے یا terrorists کے ہتھے چڑھے یا terrorists بنیں، ہم انہیں technical تعلیم دیں۔ ہم ان کے لیے بیرونی ممالک سے employment generate کریں۔ ہم اپنے ملک میں industries لگائیں۔ جناب والا! آپ کی

industry کیا چلے گی۔ یہاں پر پانی کا مسئلہ ہے، بجلی کا مسئلہ ہے۔آپ IMF کے کہنے پر industries پر ٹیکس لگا رہے ہیں، آپ ذرا ground reality تو دیکھیں کہ آپ جن industries پر ٹیکس لگا رہے ہیں وہ پانی اور بجلی کے بحران کی وجہ سے ویسے ہی بند پڑی ہیں۔

جناب والا! ہمارے ملک میں کوئی planning نہیں ہے۔ حکومت ad hoc basis پر کام کر رہی ہے، کوئی strategy نہیں ہے۔ جب تک حکومت کوئی strategy نہیں بنائے گی تو اس وقت تک کوئی کام ad hoc basis پر نہیں چل سکتا۔ جناب ہم پانی کی بات کرتے ہیں۔ ہم انڈیا سے بہتر تعلقات کی بات کرتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ایسے ملک سے بہتر تعلقات کی امید کریں جس کے ساتھ آپ کو بہت بنیادی مسائل کا سامنا ہے جیسے کشمیر کا اور پانی کا issue ہے۔ انڈیا نے پہلے کشن گنگا ڈیم بنایا۔ اب وہ چناب کے اوپر ڈیم بنانا چاہتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم International Court of Justice میں جائیں اور وہاں اپنا مسئلہ اٹھائیں کہ Indus Water Treaty 1960 کے حساب سے پانی کی تقسیم ہو۔ جناب! یہ مسئلہ concern کا ہے اور اس حکومت کو اسے priority basis پر اٹھانا چاہیے۔ آج انڈیا کا ایک بیان آتا ہے اور next day ان کے Ministers کوئی اور بیان دے دیتے ہیں۔ ان کے بیانات میں کوئی استقلال نہیں ہے۔ جناب! ایک water terrorism شروع ہونے والا ہے جس کا حکومت کو ابھی سے ادراک کرنا چاہیے۔

جناب والا! انفرادی ضرورتوں کو پورا کرنے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ ہمیں چاہیے کہ ایسی سکیمیں لائیں جس سے ہم اپنے غریب عوام جو مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں اس کے لیے ہم micro financing کریں، آسان شرائط پر انہیں قرضے دیں تا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکیں۔ اگر کسی غریب شخص کو employment نہیں ملتی تو وہ کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر سکے۔ ہماری حکومت کے پاس اس وقت کوئی employment generating projects نہیں ہیں، اس لیے انہیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لیے چھوٹے چھوٹے قرضے آسان شرائط پر دیے جائیں، جس کا mark up بہت معمولی اور nominal ہو اور اس کے ساتھ collateral نہ ہو۔

جناب! عورتوں کے لیے Women Bank بنا دیا تا کہ وہ قرضے لے سکیں لیکن قرضہ بغیر collateral کے نہیں ملتا۔ آپ اس طرح عورت کو کس طرح economically empower کریں گے، جب اس کے پاس کوئی جائیداد وغیرہ نہیں ہوتی تا کہ وہ collateral دے سکے۔ اس طرح ایک خاص غریب طبقہ ان facilities سے بالکل محروم ہے۔ جناب! جیسے ڈاکٹر

یونس نے بنگلادیش میں Gramin Bank بنایا، ہمیں ان کی line پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ غریب آدمی کو چھوٹا قرضہ چاہیے، اگر آپ اس کو آسان شرائط پر دیں گے تو وہ اپنی خوشی سے اس قرضے کو واپس کرے گا اور وہ اپنے پاؤں پر definitely کھڑا ہو گا۔

جناب! اشیا کی قیمتیں ان تین مہینوں میں کہاں سے کہاں چلی گئی ہیں۔ تین مہینے پہلے بیس کلو آٹے کا تھیلا 560 کا تھا، آج وہ 580 روپے کا ہے، دال مسور 52 روپے کلو تھی، آج 120 روپے کی ہے، سفید لوبیا 70 روپے کلو تھا، آج وہ 110 روپے کا ہے۔ ہر چیز کی قیمت increase ہو رہی ہے، کسی چیز میں کوئی کمی نہیں آرہی۔

جناب! ابھی وزیر خزانہ کا بیان یہ آیا ہے کہ مزید قیمت بڑھے گی جب ڈالر کا rate اور اوپر جائے گا اور آپ currency کو devalue کریں گے تو غریب لوگ بھوک سے مریں گے۔ اس طرح middle class بالکل ختم ہو جائے گی، lower middle class کا تصور بھی ختم ہو جائے گا جب ہر چیز کی قیمتیں زیادہ ہو جائیں گی، oil کی price بڑھ جائے گی، آپ اس کو کس طرح manage کریں گے۔ میں نہیں سمجھتی کہ گورنمنٹ کے پاس کوئی ایسا programme chalked out ہے کہ وہ ان خطوط پر کام کر کے اپنے غریب کو دو وقت کی روٹی مہیا کر سکے گی۔ جناب! بڑا افسوس ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی گاڑیوں میں بڑے بڑے لوگ پھرتے ہیں، بڑے بڑے بنگلوں میں رہتے ہیں۔ آج کچھ MNAs کی جائیدادوں کی تفصیل اخبارات میں آئی ہے، مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوا کہ ایک سال میں ان کے bank balance اور جائیداد میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔ اس کے بر عکس یہ ہونا چاہیے تھا کہ عوام کی ترقی ہوتی۔

جناب والا! میں پہلے بھی یہ عرض کر چکی ہوں کہ چھوٹے کسانوں میں زمین تقسیم کی جائے۔ آپ ان کو cooperative farming کی طرف لائیں کہ وہ group کی شکل میں قرض حاصل کریں اور group ہی کی ذمہ داری ہو کہ وہ قرض ادا کرے۔ ان کو سستے tractors مہیا کیے جائیں - یہ ایسی چیزیں ہیں جو غریب آدمی کو اپنے پاؤں پر کھڑا کریں گی لیکن اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ جناب! ان کو بڑے بڑے قرضوں کی ضرورت نہیں ہے اور majority of the population غریب عوام ہے۔ ہمیں ان کو cater کرنا ہے۔ ہم IMF کے چنگل میں پھنس گئے ہیں۔

میں آخر میں صرف اتنا کہوں گی، ہو سکتا ہے لوگوں کے ضمیر جاگ جائیں کہ اتنی دولت اور جائیداد سمیٹی جا رہی ہے اور جب ہم مرتے ہیں تو ہمارے کفن میں کوئی جیب نہیں ہوتی۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی زاہد صاحب، price hike پر بات کریں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! ہر حکومت اور dictators یہی کہتے رہے ہیں کہ ہم عوام کی بھلائی کے لیے بہت سارے کام کریں گے لیکن اس کے برعکس عوام کی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے۔ جمہوری طرز سے آنے والی حکومت سے عوام کی زیادہ توقعات ہوتی ہیں کہ یہ ان کی مشکلات میں کمی لائے گی لیکن بدقسمتی سے اس ملک کے اندر دو سال سے زیادہ عرصہ democracy کو چلنے کا موقع نہیں ملا۔ جب کبھی بھی democracy آئی ہے وہ کسی کے رحم و کرم سے آئی ہے اور کسی کے رحم و کرم پر چلتی ہے۔ جب کرم فرما ناراض ہو جاتے ہیں تو پھر وہ حکومت نہیں رہتی۔ ہمارے ملک کی 62 سال کی تاریخ یہی ہے۔ ہم نے بھی کبھی نہیں سوچا کہ ہم عوام کی طاقت سے آئے ہیں اور عوام کی خدمت کریں۔

جناب! ہم ہمیشہ compromise پر آئے، جب پیچھے بیٹھے ہوئے لوگ سازشیں کرتے ہیں تو ہم میں سے لوگ ان کے ساتھ مل جاتے ہیں اور پھر جمہوریت detract ہو جاتی ہے۔ ہمارے set up میں یہی خرابی ہے جو 62 سال سے چلی آرہی ہے۔ پچھلے دور میں جو dictators گزرے ہیں انہوں نے اس ملک کو معاشی طور پر پیچھے دھکیل دیا ہے اور ایک آگ کے بھٹے میں پھینک دیا ہے، آج ہم اس بھٹی میں جھلس رہے ہیں۔ آج مہنگائی، بے روزگاری اور law and order situation عروج پر ہے۔

جناب! جب دنیا میں پٹرول کی قیمت کم ہو جاتی ہے تو حکومت ایک سے دو روپے کم کر لیتی ہے لیکن جب اس کی قیمت بڑھائی جاتی ہے تو سات سے آٹھ روپے بڑھا دی جاتی ہے۔ اس طرح سارا نزلہ عوام پر گرتا ہے۔ جناب! موجودہ حکومت جو 18 فروری کو منتخب ہوئی ہے اس کو عوام کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگر کچھ مشکلات ہیں تو ان سے عوام کو آگاہ کرنا چاہیے لیکن ہم عوام کے ساتھ جھوٹ بولتے رہتے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ عوام کو دھوکا دیا ہے، ہم نے انہیں حقیقت سے کبھی آگاہ نہیں کیا۔

جناب! آپ بجلی کے بحران کو دیکھیں، یہ کیوں آیا؟ آپ کی industry رک گئی، عوام کو بجلی نہیں مل رہی ہے۔ عوام کو آج تک کسی نے نہیں بتایا کہ پچھلی حکومت نے کیا کیا تھا؟ میں یہ کہتا ہوں کہ ہم میں اور dictators میں فرق ہونا چاہیے اور ہمیں عوام کے سامنے جوابدہ ہونا چاہیے۔ ہر سیاسی حکومت کے سامنے یہ بات ہونی چاہیے کہ اس نے کل عوام کے سامنے جانا ہے۔ آج میڈیا کا دور ہے

اور کوئی آدمی چھپ نہیں سکتا۔ جناب! آج ہم کوئی بات عوام سے چھپا نہیں سکتے۔ ہمارے ہاں مہنگائی اور بے روزگاری کا مسئلہ ہے لیکن اس سے بڑھ کر law and order کا مسئلہ ہے، دہشت گردی ہے۔ جب ملک حالت جنگ میں ہو تو کوئی investment نہیں ہو سکتی اور جو لوگ یہاں پر اپنا پیسا invest کر رہے تھے وہ بھی یہاں سے بھاگ گئے ہیں۔ ہماری 35 years کی پالیسی نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ ہم عوام کی فلاح کے لیے کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں جو دو dictators آئے وہ اس ملک کو اس نہج پر لے گئے ہیں کہ اب اس کو سنبھالنا بہت مشکل ہو گیا ہے، اب پورے ملک کی سیاسی جماعتیں مل کر اس مسئلے کو حل کر سکتی ہیں، یہ کسی ایک پارٹی کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہمیں مہنگائی اور دہشت گردی پر قابو پانا ہے، اب ہم اس کو سر جوڑ کر دیکھیں کہ اس کے ساتھ کس طریقے سے نمٹا جائے۔ کس طریقے سے اس کو قابو کیا جائے اور کس طریقے سے ہم عوام کی بھلائی، خوشحالی اور ترقی کے لئے کوئی کام کریں۔

جناب چیئرمین! ہمارے ہاں تو روز کہیں نہ کہیں بم پھٹتے رہتے ہیں۔ یہ کس نے introduce کیا ہے؟ کسی نے آکر ہمارے اندر نہیں بھیجا، یہ ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں۔ ہم جس آگ میں آج جھلس رہے ہیں، یہ جس آگ میں آج ہمارا ملک جھلس رہا ہے اس کی main وجہ یہ ہے کہ یہ کام ہم خود سرانجام دے رہے ہیں۔ اب ان کا احتساب کس نے کیا جنہوں نے یہ کام کیا ہے اگر ایک بھاگ گیا ہے تو اس کے ساتھ اور جرنیل تھے۔ اگر ایک مر گیا تو اس کے ساتھ اور جرنیل تھے ان کو بلایا جائے اور عوام کے سامنے لائیں کہ آپ نے اس ملک اور قوم کی کیا خدمت کی ہے؟ کیا یہ خدمت کی ہے جس کو آج ہم بھگت رہے ہیں؟ کیا یہ خدمت کی ہے کہ ہمیں یہ بھی پتا نہیں کہ میرا بچہ یا کوئی بھی باہر جائے گا تو وہ صحیح سلامت واپس گھر آسکے گا؟ جب یہ صورت حال ہو تو اس صورتحال میں مہنگائی آسمان پر نہیں جائے گی تو کیا ہوگا؟ آپ کی بے روزگاری نہیں بڑھے گی تو اور کیا ہوگا؟ آپ کی انڈسٹری بند نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا؟ آپ کے ملک میں باہر سے investor کا آنا تو دور کی بات اپنا بھی بھاگ رہا ہے۔ تو یہی صورت حال دیکھنی پڑے گی۔ جناب چیئرمین! میں یہ نہیں کہتا کہ کس کے پاس کتنا پیسہ ہے یا کیا ہے لیکن جب طبقات میں فرق آجاتا ہے تو پھر انقلاب کے راستے کھل جاتے ہیں۔ جب کچھ لوگ آسمانوں پر چلیں اور کچھ زمین پر رلتے ہیں تو رلنے والوں کو دیکھنا ہوتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری موجودہ حکومت اور ہماری موجودہ پارلیمنٹ ان باتوں کو دیکھے اور ان قوتوں سے پوچھے کہ جس حد تک ہمیں لے کر گئے ہیں آیا اس کا ہم نے ازالہ کرنا ہے کہ نہیں کرنا ہے؟ آیا ان پالیسیوں کو ہم نے

واپس کرنا ہے کہ نہیں؟ آیا ہم نے اس قوم وملک کے لئے پالیسیاں بنائی ہیں کہ نہیں؟ یا ہمیشہ کے لئے ہم نے دوسروں کے مفادات کی پالیسیوں کو اپنے کندھے پر رکھ کر اس کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے جو آج تک کرتے آئے ہیں۔ آیا ان پالیسیوں کو ہم نے ختم کرنا ہے کہ نہیں؟ یا دوسروں کے مفادات پر اپنے مفادات کو فوقیت دینی ہے کہ نہیں؟ آیا اپنے ملک کے اندر law and order کی situation یا دہشت گردی سے نمٹنا ہے یا نہیں نمٹنا ہے؟ ہمارے جب یہ حالات ہوں تو ان میں ہم مہنگائی اور بے روزگاری پر قابو نہیں پا سکتے۔

جناب چیئرمین! میں زیادہ time نہیں لینا چاہتا - میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضروری ہے کہ ہمیں اس پر سوچنا چاہیے اور political leadership کو دیکھنا چاہیے کہ اس کا اب آخری وقت ہے، اس کو دیکھنا ہوگا، سوچنا ہوگا اور اس کا کوئی راستہ نکالنا ہوگا۔ اگر نہیں دیکھیں گے اور راستہ نہیں نکالیں گے تو یہ اور بڑھے گا، گھٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم نے دو سال میں دیکھا کہ ہم کس حد تک چلے گئے ہیں اور کس حد تک جائیں گے۔ جب تک ہم سر جوڑ کر اس پر ایک line نہیں لیتے، ہم establishment کے ساتھ بیٹھ کر ایک راستہ نہیں نکالتے، تو یہ حالات بدستور خراب ہوتے جائیں گے، بڑھتے جائیں گے، مہنگائی اور بے روزگاری بڑھے گی۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ ایس ایم ظفر صاحب نہیں ہیں۔ جی، عباس خان صاحب۔

سینیٹر عباس خان: شکریہ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے بولنے کا موقع فراہم کیا۔ مہنگائی، یہ تو ہمیں پتا ہے کہ ہمیشہ جب نئی گورنمنٹ آتی ہے تو بجلی، گیس، آٹے اور چینی پر مہنگائی کا ایک دور آ جاتا ہے۔ یہ دور کب ختم ہوگا اس کے لئے ہم نے سوچنا ہے، آپس میں مل بیٹھنا ہے اور کس طرح مل بیٹھیں گے بولتے تو ہم رہتے ہیں لیکن بیٹھتے نہیں ہیں۔ اس کی main وجہ یہ ہے کہ ہماری جو پالیسی ہے، جب سے پاکستان بنا ہے اس پر ہم نے اس طرح نہیں سوچا کہ ایک گورنمنٹ جائے اور دوسری آئے تو مہنگائی نہ آئے اور یہ جو سسٹم ہے، جس طرح دوسری گورنمنٹ ہو اس طرح نئی گورنمنٹ آئے تو وہ بھی صحیح چلے لیکن ہمارے اس سسٹم میں یہ خرابی ہے۔ سسٹم کی خرابی مخصوص لوگوں کے ہاتھ میں ہے اور جب تک ہم مل بیٹھ کر اتفاق اور یک جہتی سے ٹھیک نہیں کریں گے یہ دور بار بار آتا رہے گا اور اس مہنگائی کو نہ کوئی کنٹرول کر سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں آج ڈالر کا حال ہے،

جس طرح ہماری اور چیزوں کا حال ہے، اس کی main وجہ یہ ہے کہ آج تک ہم اپنے لوگوں کو کوئی صحیح سسٹم اور صحیح پالیسیاں نہیں دے سکے ہیں۔ پرانے سسٹم پر ہم چل رہے ہیں۔ انگریزوں کے دور کا بنا یا ہوا ایک سسٹم جو ہمارے سامنے ہے۔ جو بھی آتا ہے اس میں تھوڑا ردو بدل کرکے اپنے مفادات کے لئے استعمال کر لیتا ہے۔ کوشش ہوتی ہے کہ یہ time گزار لیں اور یہ کیوں؟ اس لئے کہ جب ایک گورنمنٹ آتی ہے اور لوگ اس کو منتخب کر لیتے ہیں پانچ سال کے لئے لیکن جب اس کا پہلا دن آتا ہے تو اس کے جانے کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں اور جانے کی باتیں بھی کون لوگ کرتے ہیں۔ ہم آپس میں یہاں بیٹھے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔ ہم یہ نہیں سوچتے کہ یہ گورنمنٹ جو بنی ہے اس کو پانچ سال کا mandate عوام نے دیا ہے۔ اگر ہم پانچ سال تک ان کو چھوڑیں اور ان کا احتساب عوام کے لئے چھوڑ دیں کہ عوام فیصلہ کریں کہ یہ پالیسیاں ٹھیک کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے لیکن جب ایک گورنمنٹ جاتی ہے اور دوسری آتی ہے تو پہلے ہی دن سے کھینچا تانی شروع ہو جاتی ہے کہ یہ جائے گی کب اور ہماری دوبارہ باری کب آئے گی؟ اس وجہ سے نہ پالیسیاں بنتی ہیں اور نہ کام ہوتا ہے، نہ روزگار ہوتا ہے اور ایک نگری ایسی چل رہی ہوتی ہے کہ جس کا کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہوتا ہے۔ ہر کوئی اپنے آپ میں مست رہتا ہے۔ صرف ایک ہی چیز کے لئے، اقتدار کے لئے، کہ اقتدار میں آئے۔ نہ قوم کی فکر اور نہ عوام کی فکر، نہ مہنگائی کی فکر، خالی کرسی کی فکر۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ کرسی کسی کی بھی نہیں ہے، یہ ایسی revolving chair ہے کہ یہ بدلتی رہتی ہے لیکن اس کے باوجود اس کے لئے ہماری لڑائی چلتی ہے۔

دنیا میں اور بہت سے ممالک ہیں جہاں ایک دفعہ گورنمنٹ آجاتی ہے تو اس کو ایک وقت ملتا ہے اور اس وقت کے مطابق لوگ انتظار کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں سوچتے ہیں اور ان کی اچھائی برائی دیکھتے ہیں۔ جب دوسری گورنمنٹ آتی ہے تو وہ کوشش کرتی ہے کہ اس سے کچھ سبق سیکھیں لیکن ہمارا کام یہ ہوتا ہے کہ جب ایک آئے تو اس کو کب تک ہٹانا ہے سارا زور اور ساری کوشش اس پر چلتی ہے۔ ہمیں یہ پتا نہیں ہے کہ اپوزیشن کتنے bill اس مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے اس ایوان میں لائی ہے گورنمنٹ جو غلط کام کر رہی ہے اس کے لئے کیا پلیٹ فارم انہوں نے مہیا کیا ہے کہ ان کو گورنمنٹ جواب دے۔ آج ہم گورنمنٹ کی بینچوں پر بیٹھے ہوئے ہیں لیکن اپوزیشن کو چاہیے کہ گورنمنٹ کی جو غلط باتیں ہیں ان کو اچھے طریقے سے سمجھائیں کہ یہ چیزیں غلط ہیں لیکن نہیں! جب بھی بات آتی ہے تو خالی یہ کہ کرسی گئی اور کرسی آئی۔ مہنگائی کے لئے اور نہ کسی اور چیز کے لئے کوئی ایسی پالیسی اپوزیشن کی طرف سے آتی ہے، گورنمنٹ کی تو بات ہی نہیں ہے کیونکہ گورنمنٹ جس دن سے آئی ہے ہم سن

رہے ہیں کہ کل گئی اور آج گئی، صبح گئی اور رات کو گئی۔ یہی بات چل رہی ہے۔ جب ہم اس بات پر آتے ہیں کہ مہنگائی ہو گئی ہے، ادھر آکر ہم تقریریں تو کرلیتے ہیں، پالیسی کون لائے گا؟ اپوزیشن کوئی ایسی پالیسی لائی ہے کہ مہنگائی کو کس طرح کنٹرول کرنا ہے کیا کیا چیزیں کنٹرول کرنی ہیں کبھی یہ گورنمنٹ کے ساتھ اس چیز پر بیٹھے ہیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے اور اس کو کس طرح چلانا ہے خالی debate کی حد تک تو ہے۔ تقریروں کی حد تک تو ہے۔ جس طرح حالات لگ رہے ہیں یہ تقریریں 62 سال سے چل رہی ہیں اور پتا نہیں اور کتنے وقت چلیں گی۔ اس وقت ملک جس نازک مرحلے پر ہے اور جو حالت سسٹم کی تباہی کی وجہ سے بن گئی ہے، مہنگائی اس حد تک چلی گئی ہے کہ ایک غریب آدمی چھ یا سات ہزار روپے میں چینی، آٹا، بجلی کا بل، بچوں کی تعلیم اور علاج معالجہ کس طرح پورا کرے گا؟ نہیں پورا کرسکتا۔ اس کے لئے ابھی تک ہم نے نہ سوچا ہے اور نہ ہم سوچنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم خالی ایک چیز سوچنے کے لئے تیار ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کو ہٹا کر دوسری گورنمنٹ کس طرح لائیں گے، پھر ہم آئیں گے تو ہم تیر چلالیں گے۔ کوئی تیر نہیں چلاسکتا ہے۔ تیر چلانے کی بات تو یہ ہے کہ دونوں ایوان آپس میں بیٹھ کر ایک ایسی غلط پالیسی کو ختم کریں جو 62 سال سے چل رہی ہے اور اس ملک کو ایک اچھا سسٹم دیں، ایک اچھا قانون دیں اور ایک اچھا راستہ دیں۔ صوبوں میں نفرتیں بڑھ رہی ہیں، بھائی بھائی کا دشمن ہے، کوئی دوسری طرف دھیان نہیں دے رہا ہے، یہ اپنے بھائی کو بھائی سمجھے اور ایک اچھی سوچ اور اچھی فکر اور اچھی پالیسی دیں۔ اس کے لئے ہمیں یہ کرنا چاہیے کہ جب ایک گورنمنٹ آئے اور اس کو ایک mandate مل جائے تو پانچ سال اس کو time دینا چاہیے اور ان کو دیکھنا چاہیے۔ منسٹری کی ساری سوچ صرف اس چیز پر ہو کہ گورنمنٹ کو چلانا کس طرح ہے نہ کہ کبھی ایک issue میں پھنسے ہوں، کبھی دوسرے issue میں اور کبھی تیسرے اور کبھی چوتھے میں جو اصل issues ہیں، جو عوام کے issues ہیں، جو مہنگائی ہے، جو بے روزگاری ہے، جو باہر سے پیسا نہیں آرہا ہے اور یہاں روزگار کس طرح آئے گا ان issues کی طرف تو کوئی سوچ ہی نہیں رہا ہے۔ ان کو تو چھوڑ دیا ہے۔ کبھی کسی issue کے اوپر آپس میں لڑ رہے ہوتے ہیں، کبھی کسی issue پر آپس میں لڑ رہے ہوتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ اقتدار میں کس طرح ہم نے دوبارہ آنا ہے میری تو ہر ممبر سے یہی request ہے کہ اس وقت پاکستان جس تباہی کی طرف چل رہا ہے اور جو مہنگائی ہے، اس مہنگائی میں کب تک لوگ گزارہ کریں گے ایک time ہوگا۔ ہمارے بہن بھائی، ہم جب گھروں سے باہر نکلیں گے تو ہم سے پوچھیں گے کہ ہمارے گھر میں تو روٹی نہیں ہے اور آپ لوگ ادھر مزے کر رہے ہیں۔ ادھر اکثر لوگ جو

آئے ہوئے ہیں، کوئی گاڑی میں ہے اور کوئی لینڈ کروزر میں ہے اور مزے سے رہ رہے ہیں لیکن ان سے پوچھیں جن کے پاس رات کی روٹی نہیں ہوتی ہے، جس کے پاس کھانے کے لئے روٹی نہیں ہے، جس کے پاس پینے کے لئے پانی نہیں ہے اور بجلی نہیں ہے ، ان سے پوچھا جائے۔ان کے لیے کیا کیا جائے گا۔ان کے لیے کچھ کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ ہم آپس میں اتفاق سے رہیں اور ایک system بنائیں۔

62 سال سے جو policy چل رہی ہے، جو system چل رہا ہے، اس کی وجہ سے آج ہمارے یہ مسائل ہیں۔ اسی وجہ سے اس ملک میں تباہی بنی ہوئی ہے اور ہم پھر بھی ہوش کے ناخن نہیں لے رہے ہیں۔ کبھی ہم پانی پر لڑتے ہیں۔ کبھی ہم کسی چیز پر لڑتے ہیں اور کبھی کسی چیز پر لیکن یہ جو مہنگائی ہے، جو بے روزگاری ہے ان مسائل پر ہم نہیں لڑتے۔ اس پر تو میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے long march کیا ہو۔ اس پر تو میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے جلوس نکالا ہو۔ کوئی نہیں کہتا کہ سارا پاکستان مر رہا ہے، بھوک سے مر رہا ہے، لوگ بے روزگار ہو رہے ہیں، آئیں چلیں long march کریں۔ میں نے تو نہیں دیکھا کہ کوئی long march کے لیے نکلا ہو کہ آئیں ہم اسلام آباد تک long march کریں۔ ہاں اس کے لیے تیار ہیں کہ ہم آپس میں کرسی کیسے تقسیم کریں۔ لہذا میری سارے House سے request ہے کہ جیسے بھی ہو، آپس میں اتفاق پیدا کریں اور پاکستان کے لیے مخلص ہو کر سوچیں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ایس ایم ظفر صاحب۔

سینیٹر ایس ایم ظفر: شکریہ جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہوگا کہ جب جمی کارٹر انتخابات ہارا اور اس کی جگہ کلنٹن صدر بنے تو بڑی بحث چلی کہ انتخابات ہارنے کی وجہ کیا ہے۔ ایک بڑی معقول وجہ جس کو اخبارات میں جگہ ملی وہ مختصر سا ایک فقرہ تھا کہ آپ تلاش کرتے ہیں کہ ہارنے کی وجہ کیا ہے اور فقرہ جو امریکن زبان میں ہے اور جس میں ان کو اس طرح کی گفتگو کرنا آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ ذرا rough ہوتے ہیں۔ لہذا بہت بڑے اور اچھے میگزین میں اس کا ذکر آیا؛ "Stupid ! it is the economics". کہ بے وقوفو! ارد گرد کی بحث کیوں کرتے ہو، اگر ملک کے حالات خراب ہوں تو صورتحال یہی ہوتی ہے جو کارٹر کے ساتھ ہوئی۔

کچھ عرصہ پہلے مجھے بھارت جانے کا موقع ملا۔ بی جے پی کی حکومت اس وقت انتخابات ہاری تھی۔وہاں واجپائی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اس ملاقات میں ان سے کہا کہ آپ نے بڑی شان و

شوکت سے کہا تھا کہ آپ کے زمانے میں shining India دکھائی دے رہا ہے اور economy بہت مضبوط ہوگئی ہے تو یہ انتخابات میں کیا ہوا؟ دو جوابات انہوں نے دیے۔ ایک تو انہوں کہا کہ جمہوریت میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ دوسرا جواب انہوں نے دیا کہ ہم نے غریبوں کا، عوام کا خیال نہیں رکھا۔ ان دونوں مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے کہ economy is, what determines the Government, اور اگر عوام کا خیال نہ رکھا جائے، چاہے خواص کو فائدہ بھی پہنچ جائے تو حکومتیں نہیں رہا کرتیں۔ میں اگرچہ اعداد و شمار میں اتنا زیادہ نہیں جاتا ہوں لیکن اس بار میں نے یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ کیا ایسے کوئی معاملات ہیں جن کی بنا پر میں غور کر سکوں کہ ہمارے ملک میں جو اس وقت اتنی اقتصادی بدحالی دکھائی دیتی ہے، اس میں figures کی کیا صورت حال ہے؟ میں نے کچھ figures جمع کیے ہیں اور آپ کی اجازت سے مختصراً عرض کروں گا۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس وقت overall physical deposits ہماری GDP کے 5.3% تک پہنچ چکا ہے اور اس کی وجہ سے اور اس overall physical deposit کی وجہ سے آپ نے اور ہماری حکومت نے Rs.270 billion کی PSDP میں cutback کی ہے، واپسی کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ تمام ترقیاتی پروگراموں میں Rs.270 billion کی کمی کی گئی اور جب ایسی حالت ہوتی ہے تو یہ development process کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ یہ ایک برا indicator مجھے نظر آیا اعداد و شمار کے حوالے سے۔

اس موجودہ حکومت کے debt level کی اس وقت position یہ ہے کہ Rs.1600 billion کا foreign debt لیا ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا خوفناک معاملہ ہے اور یہ قرض بھی IMF سے لیا گیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اس کی بھی بے شمار conditionalities ہوتی ہیں۔ Exchange rates کی depreciation پچھلے چند سالوں میں 63% ہو گئی ہے۔ یہ بڑی خوفناک figures سامنے آرہی ہیں اور یہ وہ شخص پیش کر رہا ہے جو اعداد و شمار کا شوقین نہیں ہے۔

(اس موقع پر مغرب کی اذان کی آواز ایوان میں سنائی دی گئی۔)

جناب چیئرمین: سید صاحب! کیا وقفہ کرلیں؟

سینیٹر ایس ایم ظفر: اگر آپ وقفہ کرنا چاہتے ہیں تو وقفہ کرلیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ نماز کے لیے 20 منٹ کا وقفہ کرلیتے ہیں۔ شکریہ۔

(At this stage the House was adjourned for 20 minutes for Maghrib prayers.)

(وقفہ نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی دوبارہ شروع ہوئی اور جناب چیئرمین جناب فاروق حامد نائیک کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، ظفر صاحب۔

سینیٹر ایس ایم ظفر: میں ذکر کر رہا تھا کہ بیرونی ملکوں کا قرضہ 1600 billion rupees ایک سال میں بڑھایا گیا ہے عام طور پر پچھلی مرتبہ حکومت نے یہ قرضہ مارکیٹ سے لیا لیکن اس بار سارے کا سارا قرضہ IMF سے لیا گیا ہے اور IMF کی conditionality آپ جانتے ہیں کہ الامان ،غلامی کے برابر ہے۔جناب ! اس سے بھی زیادہ ایک اور figure جس کو میں نے ان کتابوں میں دیکھا ہے ۔وہ exchange rate کا ہے۔ Exchange rate کی depreciation 63 % بتائی گئی ہے ۔یعنی پہلے 62 روپے کا ڈالر تھا اب 84 روپے کا ایک ڈالر ہو گیا ہے ۔جب exchange rate اتنا بڑھ جاتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اس کے کتنے نقصانات ہیں۔ اس کے کچھ فائدے ہوتے ہیں وہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہوئے یا نہیں لیکن میں حیران ہوں کہ آج وزیر خزانہ نے مزید ایک بیان دے دیا ہے ۔ایک توخوش خبری ہمارے پرائم منسٹر صاحب نے کچھ عرصہ پہلے سنائی تھی ۔اس کا بھی میں ذکر آگے چل کر مختصراً کروں گا۔ اب عجیب و غریب ایک بیان جو خوش خبری ہے یا نہ معلوم کیا ہے ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا ہے کہ روپے کی value اورزیادہ depreciate ہو جائے گی۔ میں حیران ہوں کہ وزیر خزانہ اس قسم کا بیان دے سکتا ہے۔آج نامعلوم مارکیٹ میں ڈالر اور دوسرے foreign exchange لوگ کتنا خرید رہے ہوں گے، کیا کچھ نہیں کر رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید انہوں نے استعفیٰ دینے کی بات سوچ رکھی ہے ۔ڈار صاحب تیاری کریں ۔ایسا معلوم ہوتا ہے۔ currency depreciation کا جو بڑا export کا معاملہ ہوتا ہے ہماری export پچھلے سال بھی جو 19 billion کا تھا اس سال میں نے figures دیکھیں 17.8 billion آئی ہے یعنی دو بلین کم ہو گئی ہے یہ this is short fall of our exports اگر ملک سے export

نہیں ہو گی اور اس میں کمی آئے گی تو پھر ہم اسی جانب سے جائیں گے کہ "Stupid!, it is the economy that is the important question" جناب! rupee depreciations نے ایک اور جانب حکومت کی توجہ دلوا دی ایک تو بیرونی ملک سے قرضہ لینا، ایک اندرون ملک سے قرضہ لینا اس کو آپ public debt کہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ public debt میں 636 billion increase ہوئی ہے۔ یہ 636 billion کا public debt پاکستان میں لیا گیا ہے۔ اس کا بھی بوجھ عوام پر ٹیکسوں کے ذریعے پڑنا ہے اور یہ ٹیکس کہاں سے وصول ہوں گے، لے دے کر بجلی رہ گئی ہے اور تھوڑی بہت commodities کی چیزیں رہ گئی ہیں، اس پر ٹیکس آئے گا تو اس لحاظ سے آپ دیکھیں گے کہ پھر معاملہ economy کی جانب آتا ہے import میں کچھ decline show کیا تھا۔ مجھے وہ figures دیکھ کر خوشی ہوئی تھی کہ import میں decline آیا ہے لیکن پھر میری خوشی افسوس میں تبدیل ہو گئی۔ پریشانی میں تبدیل ہو گئی جب میں نے دیکھا کہ یہ decline میں کمی جو آئی ہے یہ raw material نہ آنے کی وجہ سے آئی ہے۔ گویا کہ انڈسٹری کے لیے raw material آنا کم ہو گیا ہے۔ اگر میرا یہ اندازہ درست ہے اور انڈسٹری کے لیے raw material کم آرہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہماری انڈسٹری کا پہیہ یا slow ہو رہا ہے یا jam ہونے والا ہے۔ جس ملک میں انڈسٹری نہ چلے، اس ملک کا کیا حشر ہو گا؟ Again the same issue, it is the economy, ladies and gentlemen. Inflation. جناب! inflation کی حالت یہ ہے کہ غریب آدمی کیا، عام آدمی بھی اب برداشت نہیں کر سکتا۔ چینی کے بارے میں آپ جانتے ہی ہیں۔ سپریم کورٹ نے بھی بڑی کوشش کی، مداخلت کی۔ وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ آج پچھتر روپے فی کلو گرام پر کون چینی خرید سکتا ہے۔ ہمارے غریب لوگوں کی عیاشی کیا ہے؟ چینی چائے میں ڈال کر پی لی۔ کوئی موقع آیا تو لڈو بنا کر مٹھائی بنا لی۔ ٹھیک ہے وہ بھی کم ہونی چاہیے لیکن اتنی قیمت؟ گندم، جسے ہم آٹا کہتے ہیں۔ آٹا پر تو انقلاب آجایا کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں جب میں دیکھتا ہوں، ان figures پر میں نے بیٹھ کر سوچا تو میں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک طرف reconciliation کی باتیں کرتے ہیں۔ بڑی اچھی بات ہے کہ reconciliation کریں اور ہونی بھی چاہیے لیکن جیسا کہ ابھی میں نے ذکر کیا تھا کہ عدلیہ کے معاملے کو اتنا طول دیا گیا۔ تنازعے کو اتنا بڑھایا گیا اور پھر اچانک اللہ کا شکر ہے کہ ختم تو ہو گیا لیکن ایک حساس شہری کی حیثیت سے میں نے پھر اپنے آپ سے یہ سوال پوچھا کہ یہ جو اتنی لمبی بات کی گئی اور اتنا وقت صرف ہوا، کسی نے اندازہ لگایا کہ اس پر کتنے لوگوں کا کاروبار ختم ہوا؟ مارکیٹ کو کتنا نقصان ہوا؟ سٹاک

ایکسچینج میں کتنی تبدیلیاں آئیں؟ اگر یہ سب کچھ کیا گیا تو کیوں کیا گیا؟ مجھے تو اس میں کوئی منطق سمجھ میں نہ آئی۔ دو جوابات ضرور آئے۔ پہلا جواب تو یہ ہے کہ یا تو یہ سب کچھ ڈرامہ تھا یا پھر دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ نالائقی کے سبب ہوا۔

جناب والا! ایک چھوٹی سی اور بات عرض کروں۔ کیری لوگر بل پر یہاں بہت گفتگو ہو چکی ہے۔ امریکہ میں ہمارے کچھ دوست ہیں، جو پاکستان کے ساتھ بہتر تعلقات اور پاکستان کی بہتری چاہتے ہیں۔ جان کیری بھی ان میں سے ایک ہے۔ انہوں نے کوشش کی کہ پاکستان کے ساتھ پانچ سال کے لیے اقتصادی تعلقات ایسے قائم ہو جائیں، جس سے پاکستان کو امداد اور اقتصادی مدد ملتی رہے۔ اینٹی پاکستان لابی نے کوشش کرکے اس میں ایسی شرائط داخل کر دیں، جس سے یہ سارے کا سارا بل اور ایکٹ ہمارے لیے قومی غیرت کا مسئلہ بن گیا۔ ہماری حکومت اس کو اس موقع پر نہ روک سکی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت بروقت تیار نہیں ہوتی، proactive نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہمارے وہ ساتھی جو امریکہ میں پاکستان کی مدد کرنا چاہتے ہیں اور کر رہے ہیں، ان کے لیے بھی مشکلات پیدا ہوں گی۔ ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنے آپ سے یہ سوال پوچھیں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہماری حکومت صحیح قدم ہی نہیں اٹھا رہی۔ جناب والا! نظر آتا ہے، ایک طرف وزراء کی تعداد، آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، کتنی ہے؟ میں تو گنتی بھی نہیں کر سکتا۔ جب کبھی وہ ٹیلی ویژن پر دکھاتے ہیں تو میز یہاں سے لے کر وہاں تک ہوتی ہے، جس کے ارد گرد وزرائے کرام اور پھر advisors ہیں اور پھر کچھ اور نامعلوم قسم کی شخصیات ہیں، جن کے designation کا بھی ہمیں پتا نہیں چلتا۔ حکومت سے درخواست ہو گی کہ اب غریب عوام پر رحم کریں۔ اس قسم کے اخراجات ختم کریں۔ اخراجات ختم کرنے کے لیے کچھ عملاً بھی کریں۔ آخر میں دو مختصر لیکن اہم باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا۔ اگر ان تمام بڑی بڑی figures کو ہم دیکھیں، ایک طرف ایک ہزار چھ سو ملین روپے ہیں، دوسری طرف چھ سو چھتیس، جس طرح میں نے مزید بتایا اور بہت سی رقمیں ہیں۔ یہ کہاں جاتی ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس ملک میں کرپشن کا کوئی black hole ہے، جہاں سب چیزیں چلی جاتی ہیں اور وہیں ختم ہو جاتی ہیں اور عوام تک کچھ نہیں پہنچتا۔ یہ امداد بھی نہیں پہنچتی۔ کرپشن کو ختم کرنے کے لیے اگر حکومت کی جانب سے کوئی قدم نہ اٹھا اور اگر good governance نہ ہوئی، آپ نے بھی بہت کچھ پڑھا ہوا ہے، میں بھی تاریخ کا طالب علم ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ انقلاب، civil war، کی ایک ہی بنیاد ہوا کرتی ہے اور وہ ہے غربت۔ اگر غربت بڑھ گئی اور اس حد تک چلی گئی، جس حد تک جا رہی ہے تو ہم اس

انقلاب کے بہت نزدیک ہو جائیں گے۔ اپنی بات ختم کرنے سے پہلے یہ کہوں گا کہ کچھ لوگوں نے یہاں کہا کہ آپ حکومت کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔ سب جمہوریت کے حق میں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت رہے۔ ہمارا جو اعتراض ہے، میں امریکیوں کی زبان تو استعمال نہیں کر سکتا، اس کی جگہ جو امریکی استعمال کرتے ہیں، میں کہوں گا جناب والا! ہم حکومت تبدیل نہیں کرنا چاہتے، it's a question of economy. Thank you very much.

جناب چیئرمین: چانڈیو صاحب کیا آپ تقریر کریں گے ؟

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب چیئرمین: ڈار صاحب! کیا آپ نے تقریر کرنی ہے؟

Senator Mohammad Ishaq Dar: Before the Minister winds up.

کیونکہ میں نے شروع میں کرنی تھی۔ پروفیسر صاحب نے تقریر کر لی۔ ان کے لیے بھی آسانی ہو گی۔ وہ اسی وقت نوٹس لے لیں گے۔ وہ ان چیزوں کا بھی جواب دے دیں گے۔

جناب چیئرمین: مجھے پتا ہے۔ میں نے اسی لیے آپ سے کہا۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: لیکن اگر unavoidable ہے تو میں۔۔ کل ذرا easy ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین: آپ کی convenience پر ہے۔ کل منگل ہے۔ کل صبح اجلاس رکھیں گے۔ منسٹر صاحبہ کو بھی کہیں کہ آجائیں تاکہ پھر وہ ڈار صاحب کے بعد wind up کر دیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: منسٹر یا ان میں سے کوئی ایک آجائے گا۔

جناب چیئرمین: جو بھی آجائے۔ اس کو wind up کر دے۔ اب points of order لے لیتے ہیں۔ میاں رضا ربانی صاحب, the senior most۔ مشہدی صاحب! آپ کا نام ہے؟ میں لکھ لیتا ہوں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: چیئرمین صاحب! مشہدی صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر لے لیں۔ اس کے بعد میرا پوائنٹ آف آرڈر لے لیں۔ I left my glasses in my office.

جناب چیئر مین: ڈاکٹر عبدالمالک left پر بیٹھے ہیں۔ اس کے بعد مشہدی صاحب! آپ کا، پھر میاں صاحب کا۔

(مداخلت)

جناب چیئر مین: سب کو موقع ملے گا۔ ہر ایک کو چانس ملے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر عبد المالک: شکریہ چیئر مین صاحب! میں یہ عرض کروں گا کہ بلوچستان میں موجودہ حکومت، کرپشن specific ہے، مال وزراء کی جیبوں میں جا رہا ہے لیکن کچھ عرصے سے وہاں law and order کی یہ پوزیشن ہو گئی کہ غریب آدمی گھر سے نہیں نکل سکتا اور روزانہ لوگوں کو کوئٹہ interior میں اٹھایا جا رہا ہے اور اغوا برائے تاوان کا سلسلہ شروع ہے۔ پہلے تو پولیس گرفتار ہی نہیں کرتی، اگر پولیس نے کہیں غلطی کی تو ان میں سے آدھے بدمعاش زور آور وزراء کے پالے ہوئے ہیں اور آدھے ایجنسیوں کے ہیں، جن کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ کل میں جھل مگسی میں تھا۔ جھل مگسی کا قصہ میں بعد میں بتاؤں گا، ڈیرہ مراد کی بات بتاتا ہوں۔ ڈیرہ مراد میں ایک ہندو کا سات سالہ بچہ دو ہفتے پہلے اغوا ہو گیا تھا۔ اس پر وہاں لوگوں نے ہڑتال کی کہ یہ ہماری روایت ہی نہیں ہے کہ آپ بچے کو اٹھائیں، آپ اسے اٹھا کر لے گئے ہیں۔ جناب وہاں پر حاکم وزیر نے پینتالیس افراد کے warrants نکالے بشمول اس بچے کے باپ کے۔ کل میں وہاں گیا ہوں۔ اس نے نیشنل پارٹی کے تقریباً پینتالیس افراد کو جیلوں میں ڈال دیا کہ آپ نے میرے خلاف کیوں احتجاج کیا۔ میں صرف ریکارڈ پر لانے کے لیے یہ بتا رہا ہوں۔ بلوچستان میں وہ ایک عذاب پہلے ہی تھا، یہ دوسرا عذاب شروع ہو گیا ہے۔ کوئٹہ میں پچھلے دنوں جس بزنس مین کو اٹھایا گیا تھا، اس سے کروڑوں روپے لیے گئے۔ حکومت خوش ہے۔ حکومت ان کے ساتھ ہے۔ میں ذمے داری سے کہتا ہوں کہ اگر یہ چیزیں بند نہ کی گئیں تو وفاق کو اس سے مزید خطرہ ہو گا۔ ان ہی گزارشات کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئر مین: جی۔ مشہدی صاحب۔ ان کے بعد مولانا گل نصیب۔

Senator Col. (Reted.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much, Mr. Chairman. My Point of Order is on the matter of national interest.

کراچی میں عاشورہ اور چہلم پر ہونے والے بم بلاسٹ دو نوعیت کے تھے۔ ایک بم بلاسٹ میں ۴۶ عزادار شہید اور سو سے زیادہ زخمی ہوئے۔ دوسرے میں دکانوں کو جلایا گیا اور لوٹ مار کی گئی۔ سب سے پہلے تو میں یہ بات on record یہ رکھنا چاہتا ہوں اور کراچی کے عوام اور ضلعی حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور City Government کو بھی۔ جو کچھ ہو سکتا تھا، انہوں نے عزاداروں کے لیے کیا اور میں appreciation on record لانا چاہتا ہوں مگر جو دکانیں جلی تھیں، ان کے لیے گورنمنٹ نے بہت کچھ کیا ہے اور اس کو بھی satisfactory کہہ سکتے ہیں لیکن جو عزادار اپنا مذہبی جلوس نکال رہے تھے، جن کو شہید کیا گیا، ان میں سے بہت سوں کو ابھی تک announce کیا گیا معاوضہ نہیں ملا اور خاص طور پر زخمیوں کو نہ تو صحیح treatment ملی ہے اور نہ ہی پیسے ملے ہیں۔ میں اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑا اور افسوس ناک سانحہ ہوا تھا اور وہاں کی ساری political parties نے بڑی دوراندیشی اور یکجہتی کا مظاہرہ کیا اور اس معاملے کو نہ sectarian اور نہ ہی ethnic ہونے دیا۔ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں مگر غریبوں کا جو نقصان ہوا تھا، جن کے loved ones اب اس دنیا میں نہیں ہیں، کم از کم ان کو وہ تو دیا جائے۔ Thank you.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مولانا گل نصیب صاحب۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میرا point of order ہے کہ اس وقت مالاکنڈ ڈویژن میں حالیہ بارشوں اور شدید برف باری کی وجہ سے مختلف علاقوں میں مختلف نقصانات ہوئے ہیں لیکن برف باری کی وجہ سے جو سب سے بڑا نقصان ہوا ہے، وہ بجلی کی مد میں ہوا ہے۔ سینکڑوں کھمبے گر گئے ہیں اور ٹرانسفارمر جل گئے ہیں جس کی وجہ سے زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ حکومت نے اس حوالے سے بحالی کے کام شروع کیے ہوئے ہیں۔ ترجیحی بنیادوں پر کام ہو رہا ہے لیکن material نہ ہونے کی وجہ سے اب تک حالات معمول پر نہیں آسکے اور اس کے ساتھ ہی کارکنوں کی بھی شدید کمی ہے۔ مالاکنڈ ڈویژن ایک بہت بڑا علاقہ ہے اور برف باری کی وجہ سے بہت نقصان ہوا ہے۔ ایسے علاقے بھی ہیں جہاں برف باری کی وجہ سے راستے بند ہیں اور آمد و رفت کا نظام برباد ہو گیا ہے۔ مالاکنڈ ڈویژن چونکہ ایک سرسبز و شاداب علاقہ ہے، وہاں پر مختلف میوہ جات کے باغات ہیں، وہ بھی مکمل طور پر تباہ ہو گئے ہیں۔ مختلف مدوں میں جو نقصانات ہوئے ہیں، حکومت نے مستقل بنیادوں پر ان کا اندازہ لگانے اور ازالہ کرنے کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں کی۔ بجلی نہ ہونے کی وجہ

سے تعلیمی نظام بھی مفلوج ہو کر رہ گیا ہے، اکثر علاقوں میں چھٹیاں کی گئی ہیں اور آٹھ، دس دنوں سے اکثر علاقوں میں بجلی بحال نہیں ہوئی۔ اس کے لیے اب تک وہاں material نہیں پہنچا۔ مرکزی حکومت MESCO کے چیف سے بات کرے اور وہاں پر material بھیجے تا کہ بجلی کی بحالی کا کام آسان ہو سکے اور وہاں کارکن بھیجے کیونکہ کارکنوں کی شدید کمی ہے۔اب تک باغات، فصلوں اور زمینداروں کا جتنا نقصان ہوا ہے، اس کا اندازہ لگا کر زمینداروں کو اس کا معاوضہ دیا جائے۔ جو علاقے اب تک بند ہیں وہاں پر بلڈوزر بھیجے جائیں تا کہ آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہو جائے۔

جناب چیئرمین! اسی سلسلے کی ایک کڑی ہزارہ ڈویژن، کوہستان میں برف کا بڑا تودہ گرنے سے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ مر گئے ہیں، وہاں پر کارروائی شروع ہے لیکن مزید توجہ کی ضرورت ہے اور جو حادثہ پیش آیا ہے، ہم ان کے ساتھ پورے سینیٹ کی طرف سے اظہار ہمدردی اور یکجہتی کرتے ہیں۔ شکریہ جناب چیئرمین وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: جی زاہد خان صاحب۔ احمد علی صاحب، میں نے آپ کا نام لکھ لیا ہے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: چیئرمین صاحب! شکریہ۔ جناب! میرا point of order آج جیو نجی ٹی وی چینل پر چلنے والی ایک خبر سے متعلق ہے۔ جب وہ correspondent, PIA and Civil Aviation والوں سے پوچھ رہے تھے تو عجیب سا معاملہ سامنے آیا کہ کیپٹن حامد گردیزی نے کل لندن جانے والی flight PK787 میں کسی سلیم زیدی نامی بندے کو بغیر boarding card بغیر checking کیے،--- ہمارے کتنے ادارے ہیں، immigration, FIA, PIA والوں نے boarding card نہیں دیکھا۔ civil aviation والوں نے boarding card نہیں دیکھا۔ جہاز پر چڑھتے ہوئے بھی boarding card نہیں دیکھا گیا اور جو وہ بتا رہے تھے اس کی detail معلوم ہونی چاہیے کہ اس جہاز کو واپس اتارا گیا اور پھر اس کو بٹھایا گیا اور وہ بھی کاک پٹ میں بغیر boarding card کے۔ میرا خیال ہے boarding card دوسرے دن نکالا گیا یا ایسا کوئی مسئلہ ہے۔ جناب! اگر ہماری یہ صورت حال رہی تو دنیا ہمیں کس نظر سے دیکھے گی کہ ہمارے ہاں ایسی missing ہو رہی ہے۔ ہمیں یہ ہی پتا نہیں ہے کہ ایک بندے کو کیپٹن کاک پٹ میں بٹھا کر لے جاتا ہے تو دنیا میں ہمارا image کیا ہوگا کہ ہم یہ چیز بھی control نہیں کر سکتے۔ ہم تو پہلے ہی بدنام ہیں کہ ہم دہشت گرد ہیں اور اس طرح کوئی شخص بغیر boarding card کے چلا جاتا ہے جبکہ ہمارے اتنے ادارے ہیں تو

جناب! میرے خیال میں آپ اس معاملے کو Defence Committee کو refer کریں، اس کی enquiry ہو۔ وہ یہاں تک بتا رہے تھے کہ PIA کی log book میں یہ سارا material موجود ہے جو انہوں نے دکھایا۔ اس کی رپورٹ کا اندراج ہو چکا ہے اور پھر بھی PIA والے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں خبر نہیں اور Civil Aviation والے کہتے ہیں کہ ہم نوٹس لیں گے۔ اب کس چیز کا نوٹس لیں گے؟ یہ سیدھی سادی بات ہے کہ غلط طریقہ کار ہوا ہے، ایک جرم ہوا ہے اور جرم میں جو بھی بندہ،--- وہ جو سلیم زیدی ہے وہ Civil Aviation کے Board of Directors کا ممبر ہے۔ اب اگر ایسی صورت حال ہے تو جناب! ہم اور آپ بغیر boarding card کے کیسے جا سکتے ہیں، ہمارے وزیراعظم نہیں جا سکتے۔ ایسی صورت حال میں دنیا میں ہمارا کیا image جائے گا؟ جناب! آپ سے درخواست ہے کہ اس کو Defence Committee کو refer کریں اور فوراً اس کی enquiry کی جائے اور جو لوگ بھی اس میں involved ہیں، ان کے خلاف action لینا چاہیے۔

جناب چیئرمین: جی. thank you ثریا امیر الدین صاحبہ۔

Senator Ilyas Ahmed Bilour: Sir, have it been referred to Defence Committee?

Mr. Chairman: No. Not at all because the Defence Committee itself can take notice. Suriya Amiruddin Sahiba.

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین! میں---

(مداخلت)

جناب چیئرمین: اس پر discussion نہیں ہوتی پلیز۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: جی یہ آپ کو جواب دے دیں گے۔ ثریا صاحبہ۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب! میں جس اہم مسئلے پر بات کرنا---

جناب چیئرمین: آپ ایسا کریں کہ اس چیز کو Defence Minister کے نوٹس میں لے آئیں۔ بخاری صاحب، please bring it to the notice of the Defence Minister.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Surely sir, we will bring it.

جناب چیئرمین: جی ثریا صاحبہ۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین! شکریہ۔ آج میں جس اہم مسئلے پر گفتگو کرنے والی ہوں، میں چاہتی ہوں کہ رضا ربانی صاحب، نیر بخاری صاحب، وسیم سجاد صاحب اور اس ایوان میں بیٹھے ہوئے میرے سارے بہن بھائی اس کو ذرا غور سے سنیں۔ ہم نے یہ ملک پاکستان اسلام کے نام پر لیا تھا۔ ہم لوگ بسم اللہ پڑھتے ہیں، پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں، الحمد للہ ہم سب مسلمان ہیں لیکن ہمارے ملک میں کیا ہو رہا ہے؟ کل تک ہم خواتین کا Bill منظور کروانے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے لیکن آج میرے ہاتھ میں پرسوں کا اخبار The News ہے جس میں لکھا ہے کہ Commercial Sexual Exploitation of Children. 95% Truckers indulge in sex with helpers. یہ Sahil NGO کی رپورٹ ہے اور اس میں لکھا ہے کہ بڑے بڑے شہروں کراچی، کوئٹہ، لاہور اور پشاور میں ہر جگہ جو ہوٹل ہیں، ہوٹل کے مالکان چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے ساتھ ہم جنس پرستی کرتے ہیں اور ان کو استعمال کرتے ہیں۔ وہ بھوک کے مارے غریب بچے جن کے پاس دو وقت کی روٹی نہیں، تعلیم نہیں، رہنے کے لیے گھر نہیں وہ آج مجبور ہیں کہ اپنا جسم چند کوڑیوں، بیس روپے، تیس روپے کے عوض بیچیں۔ جو بچہ جتنا خوبصورت اور صاف ستھرا ہوتا ہے، اس کی قیمت اتنی ہی زیادہ لگتی ہے۔ میں اس ایوان سے پوچھتی ہوں کہ ہمارے پاکستان میں ہمارے مرد حضرات کیا کر رہے ہیں ہمارا معاشرہ سویا ہوا کیوں ہے، وہ دیکھتا کیوں نہیں کہ ہمارے ملک میں کیا ہو رہا ہے؟ ہم پشاور اور بلوچستان کو بھول جائیں، ہم ان معصوم بچوں کی زندگیاں بچائیں جو بھوکے، پیاسے ہیں۔ میں وزیر اعظم صاحب سے بھی request کرتی ہوں اور میں صدر صاحب سے بھی request کرتی ہوں کہ جو SOS villages type بنائے گئے ہیں، ان میں مزید اضافہ کیا جائے اور ان میں بچوں کو رکھا جائے۔ میں تمام Senators سے درخواست کرتی ہوں کہ اگر وہ ایک، ایک پاکستانی بچے کو adopt کر لیں جن کے پاس تعلیم نہیں ہے جن کے پاس گھر نہیں ہیں جو بھوکے اور پیاسے ہیں جو اپنا جسم بیچ رہے ہیں، اگر ہم ایک بچے پر 2000 روپے خرچ کریں اور ایک بچے کو تعلیم و تربیت دیں تو ہمارا ملک بہت جلد ترقی کرے گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: میں آپ کو دوسری خبر یہ دینا چاہتی ہوں جو کل کے جنگ اخبار میں چھپی تھی کہ ہندوستان میں جو واقعہ ہوا ہے کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر کو اس جرم میں نوکری سے نکال دیا گیا اور وہ ہندو معاشرہ ہے جب ہندو معاشرہ یہ کر سکتا ہے۔ ہم مسلمان کیا کر رہے ہیں، ہم کیوں سوئے ہوئے ہیں، ہماری غیرت کیوں نہیں جاگتی، ہم اپنے بچوں کے لیے تحفظ فراہم کیوں نہیں کرتے؟ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ، ایوان، لوگ اور مسلمان ان معصوم بچوں کی طرف توجہ دیں جو بک رہے ہیں جو ظلم اور اذیت کا شکار ہو رہے ہیں۔ میں بلوچستان میں Human Rights کی Vice Chairperson ہوں اور ہمارے Article میں لکھا گیا ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے، وہ آزاد پیدا ہوتا ہے اور ہر ایک کو چاہئیے کہ اس کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کیا جائے۔ Article No.3 میں لکھا ہے کہ کسی پر ظلم و زیادتی کرنا، یہ انسانیت کے خلاف ہے۔ میں یہ کہتی ہوں کہ یہ سراسر ظلم ہو رہا ہے جو معصوم بچوں پر ہو رہا ہے اور جو زیادتی ہو رہی ہے، میں چاہتی ہوں کہ یہ ایوان ان بچوں کی مدد کرے۔ Thank you so much.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مولا بخش چانڈیو صاحب۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: جناب چیئرمین صاحب! بڑی مہربانی۔ میں اپنی گزارش کرنے سے پہلے ایک دوسری گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے چار، پانچ دن پہلے آپ سے ایک نکتے پر اپیل کی تھی اور وہ point of order سنا تو گیا تھا لیکن اس پر کیا عملدرآمد ہوا، اس سلسلے میں کیا تحقیقات ہوئیں؟ ہم نے گزارش کی تھی، ڈاکٹر صفدر اور میں نے بھی گزارش کی تھی کہ جو کارروائی ہوئی ہے، ہمیں اس سے آگاہ کیا جائے۔ مہران T.V پر رات کو ڈاکا پڑا اور اس کا سارا سامان اٹھا لیا گیا، ہم نے ایوان کے ذریعے سے آپ سے گزارش کی تھی کہ اس سلسلے میں آگے کیا کارروائی ہوئی ہے، کم از کم ہمیں آگاہ کیا جائے۔ ہم یہاں پر point of order پر بات تو کرتے ہیں لیکن اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئیے، اس کی بھی ضرور اطلاع ہونی چاہیے۔

میں آج جو گزارش کر رہا ہوں، وہ یہ ہے کہ مجھے کافی students ملے ہیں، وہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کے طالب علم ہیں، کچھ دن پہلے کسی groups کے درمیان جھگڑا ہوا ہے لیکن اس کا بہانہ بنا کر ایک دوسرے گروپ کے خلاف ایک operation کا آغاز کر دیا گیا ہے جس میں Vice Chancellor, Registrar اور لوگ بھی ہیں۔ ایک Head constable کو وہاں یونیورسٹی

کا security in-charge بنایا گیا ہے، جنہوں نے رات کو طالبات سے زیادتی کی ہے، ان پر جو تشدد کیا ہے، دروازے توڑ کر کمروں میں گھس گئے ہیں اور وہ پورے media پر آیا ہے، سب channels نے اس کو نشر کیا ہے، پاکستان کے channels اور باہر کے channels پر بھی آیا ہے۔ سب طالب علموں کی میرے پاس list ہے، یہ سب کے سب وہاں پر registered students ہیں جن کو نکال دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ابھی تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے۔ میں آپ کی معرفت سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں inquiry ہونی چاہیئے اور جو اس تشدد کے جوابدہ اور ذمہ دار ہیں اور جنہوں نے طالبات کی توہین کی ہے، ان کو کوئی ضرور کوئی قرار واقعی سزا ملنی چاہئیے اور اس کی آگاہی ایوان کو بھی دی جائے۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین: جی میاں رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ جناب چیئرمین! میں نے ایک اہم نکتے پر point of order move کرنا تھا لیکن points of order کا جو حشر ہو رہا ہے اور نہ ہی کوئی متعلقہ وزیر یہاں پر ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اس point of order کا مقصد صرف یہ نہیں تھا کہ floor پر بات کر دی جائے اور صبح اخبار میں اس کی خبر لگے۔ بہرحال قوانین کے اندر جو دوسرا طریقہ کار رائج ہے، میں صبح calling attention notice لاتا ہوں تاکہ Ministers تو موجود ہوں۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب! that is right way, آپ Rule 59 کے تحت call attention notice دیجیے۔ جی شاہد بگٹی صاحب۔

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ جناب! میں آپ کی توجہ ایک اہم issue کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس کا تعلق ہمارے تمام اراکین سینیٹ اور نیشنل اسمبلی سے ہے۔ جناب! گزارش یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے جناب وزیراعظم صاحب نے انتہائی مہربانی کرکے تمام اراکین پارلیمنٹ کی جو ترقیاتی schemes ہیں، ان کے لیے ایک ایک کروڑ روپے کا اضافی اعلان کیا تھا۔ جناب! اس حوالے سے بیشتر اراکین نے اپنی ان تمام schemes کی نشاندہی کرکے Local Government میں جمع کرا دی ہیں لیکن میری اطلاع کے مطابق اس میں ابھی تک کوئی progress نہیں ہوئی ہے اور وہ اس وجہ سے نہیں ہو رہی کہ یہ تمام چیزیں Finance Department میں جا کر

رک جاتی ہیں۔ جناب! ہمیں اندیشہ یہ ہے کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی۔ یہ کام مشکل ہوتا جائے گا کیونکہ فروری ختم ہونے والا ہے اور آگے جون میں وہ funds lapse ہوجاتے ہیں، تو ابھی تک اس procedure کو مکمل کرنے میں کافی time لگے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس پر فوری طور پر کارروائی نہیں ہوتی ہے تو ہمیں اندیشہ ہے کہ جو مہربانی وزیراعظم صاحب نے کی تھی، وہ اس سے ضائع جائے گی۔ جناب! اب یہاں Minister for Local Government موجود ہیں، اگر آپ ان سے حقیقت پوچھ لیں کہ آیا ان کی طرف سے کوئی delay ہو رہی ہے یا Finance Department کی طرف سے delay ہو رہی ہے، یہ اپنے Department کی position کی خود وضاحت کریں گے، اگر Finance Department کی طرف سے delay ہو رہی ہے کیونکہ اس وقت تو کوئی موجود نہیں ہے۔ آپ مہربانی کرکے Minister صاحب کو سننے کے بعد Leader of the House کو کہہ دیں کہ وہ Finance Minister سے رابطہ کریں اور ان funds کو جلد از جلد release کروائیں۔ Thank you sir.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی Minister صاحب! آپ کی طرف سے کیا clarification ہے؟

سینیٹر عبدالرزاق اے تھہیم (وفاقی وزیر برائے لوکل گورنمنٹ): یہ جو بگٹی صاحب نے فرمایا ہے، اس میں صداقت ہے۔

Mr. Chairman: Where is the delay?

سینیٹر عبدالرزاق اے تھہیم: جی۔

جناب چیئرمین: کہاں پر delay ہے، اس کی وضاحت کریں۔

سینیٹر عبدالرزاق اے تھہیم: میں بتا رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، جی۔

سینیٹر عبدالرزاق اے تھہیم: Prime Minister صاحب نے House میں announce کیا تھا کہ ایک کروڑ روپے additional دیں گے، وہ Prime Minister صاحب نے دے دیا ہے اور order بھی کر دیا، ہمیں کہا کہ اسی بجٹ میں جو ہماری disposal پر ہے، اسی میں سے پیسے دے دیں۔ ہمارے پاس cases 84 ہیں جس میں Senator 24 صاحبان ہیں، میں کس کس کا

نام لوں، میرے پاس سارے figures ہیں، ان کی files بھیجی ہیں کہ وہ پیسے release کریں، ہماری Finance Ministry میں ایک F.A ہے، he has refused to release the amount انہوں نے کہا کہ Prime Minister صاحب کو review کے لیے بھیج رہے ہیں۔ ابھی نہ کوئی review ہے نہ کچھ اور ہم نے 84 files process کر کے بھیجی ہیں، Finance Ministry پیسے release نہیں کر رہی۔ مہربانی کر کے Finance سے کہیں کہ وہ ہماری ساری files بھیجیں، Prime Minister کی commitment ہے، ہمارے پاس بجٹ میں پیسے ہیں۔ فقط اس بنا پر نہیں دیتے کہ اگر آپ آئندہ پیسے مانگیں گے تو ہم نہیں دیں گے، ابھی تو پیسے ہیں اور اس میں Prime Minister کے orders ہیں کہ ابھی اس بجٹ سے 5000 million ہیں، اسی سے دے دیں۔ یہ Leader of the House سے کہیں کہ وہ Finance سے کہیں، میں نے اسی F.A سے contact کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں۔ جو بھی Senator صاحبان ہیں، ان سب کے funds رکے ہوئے ہیں، ہم نے سارا process کیا ہے۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! Minister صاحب کہہ رہے ہیں کہ Finance Minister سے for the release of the funds بات کرنی پڑے گی۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! اس میں گزارش یہ ہے کہ the honourable Minister has already written a letter to the Prime Minister and he has brought it to the notice of the Prime Minister. The Prime Minister would give the directive for that because earlier the Prime Minister himself has announced on the floor of the House and I will also talk to the Finance Minister, I will also talk.

Mr. Chairman: Talk to the Prime Minister about the concern shown by the honourable Senator. ٹھیک ہے جی۔ Thank you. جی الیاس بلور صاحب۔

Point of Order: The Appointment of Administrators Through Core Committee.

Senator Ilyas Ahmad Bilour: Thank you very much Mr. Chairman and I have got such a great respect for you and I have too because you are the Chairman of the Senate but one thing I want to say. Sir, in our speeches categorically everyone of the ANP members has pointed out this on law and order situation that the Core Committee in Karachi is not taking in confidence the ANP Leadership. For the last three days there have been 3, 4 meetings of the Core Committee of the Peoples Party and MQM and we have not been called. This is totally unfair, this is totally unjust, this is totally illegal and immoral because we are not only a partner but also we have a lot of votes over there. Sir, with due respect to you the way the Raza Rabbani has said to you, honourable Chairman, we just say something and you hear it and you just ignore it.

Mr. Chairman: I am not ignoring it, please,

آپ ذرا Rules پڑھ لیں، صحیح طریقہ رضا ربانی صاحب نے بتایا ہے۔

Senator Ilyas Ahmad Bilour: I mean to say, right sir, I know that under Section 59 we have to bring a call attention notice, for that call attention notice, you have to call only 2 call attention notices in a week, یہ بھی problem ہے نا۔

جناب چیئرمین: لائیں تو سہی۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب! میں نے پہلے تین Call Attention Notices دیے ہیں اور وہ ابھی تک نہیں ہوئے۔

جناب چیئرمین: بلور صاحب! ذرا تسلی سے سن لیں۔ پرسوں Interior Minister صاحب آئے تھے، انہوں نے اس پر کچھ clarify کیا تھا with regard to the Core Committee, انہوں نے یہ کہا تھا کہ یہ دو یا تین ہیں۔ ایسا کرتے ہیں کل منسٹر صاحب کو بلا لیتے ہیں

تا کہ جو کراچی میں Core Committee ہو رہی ہے اس کا جواب دیں کہ ANP کو کیوں نہیں بلایا جا رہا۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ I was sitting here when he spoke, انہوں نے یہ کہا تھا کہ next Core Committees کی جو meetings ہوں گی، ان میں ANP کی نمائندگی ضرور ہو گی لیکن اس وقت فقط ANP نہیں ہے، وہ وہاں پختونوں کو represent کر رہی ہے۔ وہاں پر اگر آپ 40 لاکھ پختونوں کو ignore کرتے رہیں گے تو I am sorry sir کہ یہ ایک خالی debating society بنی رہے گی، اگر اس پر action نہیں ہوگا with due respect, very humbly, I must say that the point which Zahid Khan has taken up that we should have gone to the Defence Committee and your honour has said کہ آپ Defence Minister سے بات کر لیں۔۔۔۔

جناب چیئرمین: بابر غوری ابھی respond کریں گے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب! میری بات سن لیں، بابر غوری صاحب he is not a Minister for that, he doesn't have to respond, he is a party. میں نے Babar Ghauri should respond, میں نے shipping کی بات نہیں کی کہ کوئی Core Committee کی بات کی ہے، میں نے اپنے پٹھانوں کی بات کی ہے۔ Interior Minister should answer to that, not Babar Ghauri, he is my brother, he is my friend, اگر میں کوئی shipping کی بات کروں تو پھر بابر غوری has got a right to answer me that, I am asking about the Interior Ministry and the Core Committee Sir, with due respect we walk out on this behavior.

(اس موقع پر ANP کے اراکین ایوان سے walk out کر گئے)

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی بابر غوری صاحب۔

سینیٹر بابر خان غوری (وفاقی وزیر برائے جہاز رانی و بندرگاہیں): جناب چیئرمین! انہوں نے جو issue raise کیا ہے، اس پر Interior Minister صاحب نے کوئی نہ کوئی commitment کی ہو گی۔ یہ بات چونکہ سندھ کے حوالے سے ہو رہی ہے اور میں وہاں پر کچھ

meetings میں موجود رہا ہوں۔ یہ confusion ہے، یہ جو meetings ہو گئی ہیں یہ between MQM and Peoples Party کی جو commitments ہوئی ہیں، اس کے حوالے سے ہو رہی ہیں۔ دو Core Committees ہیں، ایک Core Committee جس میں اتحادی parties ہیں، ان کا ایک اجلاس ہوتا ہے اور اس میں سب بیٹھتے ہیں۔

(اس موقع پر ANP کے اراکین ایوان میں تشریف لے آئے)

سینیٹر بابر خان غوری: اس میں ANP بھی ہوتی ہے، اس میں فنکشنل بھی ہوتی ہے، اس میں MQM بھی ہوتی ہے اور اس میں پیپلزپارٹی بھی ہوتی ہے، بالکل ہونی چاہئیں، سب اتحادی جماعتیں ہیں لیکن یہ تھوڑی سی confusion ہے کہ جو ان کے agreements پیپلزپارٹی سے ہوئے ہیں اور اگر کوئی meeting ہوتی ہے تو اس میں کسی اور کی ضرورت نہیں ہے لیکن جو ہماری اور پیپلزپارٹی کی commitment ہے۔ یہ بات میں نے اسفندیار ولی صاحب کو بھی بتائی تھی، انہوں نے کہا بالکل تم نے صحیح کہا، میرے knowledge میں یہ بات نہیں تھی۔ میں نے کہا یہ غلط picture دی جاری ہے-----

جناب چیئرمین: زاہد صاحب! پہلے ان کو سن لیجیے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: ذرا میری بات سن لیں۔ جس بات کی طرف آپ لے کر جا رہے ہیں کہ آپ اور پیپلزپارٹی ہیں۔ آپ نے Administrators مقرر کیے، آپ کون سی Core Committee کی بات کر رہے ہیں، کون سی Core Committee جس کے پاس اختیارات ہیں۔ ہم آپ سے نہیں کہہ رہے، ہم نے حکومت کے خلاف کہا جو کہ پیپلزپارٹی کی حکومت ہے، بیچ میں ہماری اور آپ کی لڑائی نہیں ہونی چاہیے، ہم نے ان سے گلہ کیا۔

جناب چیئرمین: وہ voluntarily بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر بابر خان غوری: میں تو لڑائی کی بات نہیں کر رہا، میں تو صرف knowledge میں لا رہا ہوں کیونکہ یہ ہاؤس میں discuss ہو رہی ہے اور میرے knowledge میں جو چیز ہے وہ بتا رہا ہوں کہ کچھ confusion ہے، ان کے اعتراضات بالکل درست ہوں گے، اس کو resolve کرنا وہاں کی leadership کی ذمہ داری ہے۔ جو commitment رحمٰن ملک صاحب نے ان سے کی ہے وہ انہیں بالکل پوری کرنی چاہیے۔ میں صرف یہ knowledge میں لا رہا ہوں چونکہ انہوں نے کہا تھا کہ

MQM اور پیپلز پارٹی کی meeting ہوئی ہے، انہوں نے یہ لفظ استعمال کیا اور اس لیے مجھے کھڑا ہونا پڑا، یہ وہ commitments ہیں جو کہ ہماری ان کی day to day issues پر چلتی رہتی ہیں، اس پر ہم ملتے ہیں لیکن جہاں سندھ گورنمنٹ کے حوالے سے اتحادی جماعتوں کی meeting ہوتی ہے تو پھر ہم چاروں بیٹھتے ہیں۔ میرا زاہد بھائی سے یا کسی سے کوئی اختلاف نہیں ہے، میں چاہتا ہوں کہ مسائل حل ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ ان meetings کو clarify کر رہے ہیں۔

سینیٹر بابر خان غوری: جی بالکل۔

جناب چیئرمین: جی بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: غوری صاحب میرے بھائی ہیں لیکن میری مراد یہ ہے کہ جب یہ کہتے ہیں کہ coalition partners کی meeting ہوتی ہے تو ہم انہیں بلاتے ہیں، in fact what I want to say is only that the Core Committee, where you are appointing Administrators, you are not taking us in confidence, which has been said over here by the Interior Minister in this House, which is on the record. I was said in that because they have held the meeting, once, twice they have meeting in the Chief Minister House, then they have a meeting in the Governor House اور انہوں نے Administrators مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا ہمارے پاس وہاں Administrators مقرر کرنے کے لیے لوگ نہیں ہیں؟ ہمیں کیوں نہیں بلایا جاتا؟ ہمیں کیوں نہیں confidence میں لیا جاتا؟

Sir, this is wrong, this is a basic thing which I was talking, he is my brother, I don’t want to say anything against him. Thank you very much.

جناب چیئرمین: جی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ

ANP is in coalition with us in Sindh and the Federal Government also. It would be more appropriate that these things could be decided in the Cabinet, where they are sitting also. Apart from that the top leadership could take the decision. Certainly this is a provincial subject also but I assure my honourable member that I will talk to the Chief Minister of Sindh, certainly I will talk to the Interior Minister and we would like to satisfy our ANP Senators over here on this issue, particularly, with reference to the appointment of the Administrators.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ احمد علی صاحب۔

سینیٹر احمد علی: شکریہ جناب چیئرمین۔ PIA کی بات ہو رہی ہے، لگتا ہے کہ اب PIA commercial organization نہیں رہی، political organization ہو گئی ہے۔ میں نے جو airport پر تماشا دیکھا کہ لوگوں کی confirmed seats کے boarding cards الگ کر دیے گئے اور دوسرے لوگوں کو preference دے کر boarding cards دے دی گئی، حالانکہ MNA's کے boarding cards بھی ایک طرف کر دیے گئے۔ جناب! یہ کیا طریقہ ہے this is the way PIA Government runs? اس طرح سے PIA profit میں آئے گی، اگر MD صاحب اتنے ہی professional ہیں تو ان چیزیں کو ٹھیک کریں یا پھر resign کریں اور ایک طرف چلے جائیں۔ یہ attitude ٹھیک نہیں ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے بات ہوئی ہے جو کہ اس کے بارے میں کہہ رہے ہیں، اس میں مجھے حقیقت کی بو آتی ہے کیونکہ ایسا ہوتا ہے اور شاید ایسا ہوتا رہے گا۔ یہ کس کی efficiency ہے، اگر سفارشی لوگ اسی طرح PIA میں کام کرتے رہیں گے تو airport پر اس طرح کا مسئلہ بنتا رہے گا اور بہت زیادہ بڑھ جائے گا۔ اس سے پہلے 140 billion government afford کرے یا ان کو پیسے دے، اس کو privatize کر دیا جائے تاکہ اس سے جان ہمیشہ کے لیے چھوٹ جائے۔ Thank you Mr. Chairman

جناب چیئرمین: مولانا شیرانی صاحب۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: شکریہ جناب چیئرمین۔ میری بھی وہی شکایت ہو گی جو رضا ربانی صاحب کی تھی کہ سننے والے تو کوئی نہیں ہیں لیکن میں نیر بخاری صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ سب کی وکالت کرتے ہوئے ہمارے باتوں پر بھی توجہ دیں۔

جناب اس ہاؤس میں آپ نے ایک ruling دی تھی کہ Parliament Lodges کے جو side rooms and servant quarters ہیں، ان کی detailed report 19 تاریخ کو پیش کی جائے۔

جناب چیئرمین: رپورٹ آ گئی ہے اور جو ہماری ہاؤس کمیٹی ہے، اس کے پاس پیش ہو رہی ہے۔شاہ صاحب! یہی پوزیشن ہے؟ نیر بخاری صاحب clear کر دیتے ہیں۔ ڈپٹی چیئرمین صاحب اس کمیٹی کے head ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! within seven days رپورٹ آ گئی تھی and it could be examined by the Committee.

جناب چیئرمین: اس پر کافی detailed report آئی ہے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ہاؤس کمیٹی میں بھیج دی گئی ہے let them decide it.

جناب چیئرمین: بالکل ٹھیک کہا، House Committee should decide.

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: اس میں ہماری گزارش ہو گی کہ ہمیں بھی اس ہاؤس کمیٹی میں بلایا جائے کیونکہ انہوں نے دسمبر میں نوٹس لگایا تھا اور اس نوٹس کی روشنی میں ہم نے درخواستیں جمع کروائی ہیں اور انہیں یہاں سینیٹ سے order بھی گیا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، جب بھی meeting ہو، آپ شیرانی صاحب کو بھی اس کمیٹی میں بلا لیجیے گا۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: دوسری گزارش یہ ہے کہ جمعہ کے دن وزیر داخلہ صاحب نے اس ہاؤس میں آپ کے سامنے فرمایا کہ وہ جو تین بندے قتل ہوئے ہیں، ان کے بارے میں جو کاروائی ہوئی ہے اس کے پورے letters میں بھیج دوں گا لیکن ابھی تک اس ہاؤس میں وعدہ کرنے کے

باوجود اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔میں اب بخاری صاحب ہی سے گزارش کرسکتا ہوں کہ وہ وزیر داخلہ صاحب کو بتادیں کیونکہ وہ تو ویسے بھی یہاں موجود نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب!

سینیٹر سید نیر حسین بخاری : میں مولانا صاحب کی بات ان تک پہنچا دوں گا اور کہوں گا کہ get the report if he has made the commitment on the floor of the House. میں یہ ان کو ضرور بتاؤں گا۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے must, whatever commitment he has made in the House, he must inform the house بالکل جی ۔ذرا مولانا شیرانی صاحب سے آپ پتا کرکے ان کو ضرور بتلادیجیے گا۔جی سیمیں صاحبہ۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: شکریہ جناب چیئرمین! میرا Point of order بھی PIA کے متعلق ہے۔ میں یہ information دینا چاہتی ہوں کہ Friday کو جو flight PK-309 اسلام آباد سے کراچی گئی تھی وہ Islamabad Airport پر delay تھی about half an hour اور Captain نے یہ اعلان کیا کہ ایک extra passenger جہاز میں آگیا ہے اور پھر پتا یہ چلا کہ ان کا جو نیچے ground staff ہے ان کی غلطی سے دو آدمیوں کو ایک ہی boarding card جاری کیا گیا جس کی وجہ سے flight delay ہوئی۔ اس بات کا نوٹس لینا چاہیے کہ اس عملے کو efficient ہونا چاہیے اور دوسری چیز یہ کہ اسلام آباد میں Rawal Lounge میں جو ان کا staff ہے at times they are very rude اور میری دوسری گزارش یہ ہے کہ Minister for Local Government چلے گئے ہیں میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ development schemes کے بارے میں ہمیں letters بھیجے ہیں کہ 28th of this month تک ہم اپنی schemes final کردیں۔ میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کرنا چاہوں گی کہ اس date میں تھوڑی سی extension کردی جائے۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔ بخاری صاحب میرا خیال ہے کہ Defence Minister کو آپ بلالیں کیونکہ PIA کے بارے میں کافی شکایات آرہی ہیں تاکہ وہ ان کا کوئی جواب دے سکیں تو اچھا رہے گا۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری : جی سر we will ask him for tomorrow.

جناب چیئرمین: ان کو کہہ دیں not today, کل آجائیں۔ پتا کرلیں تا کہ وہ کل آجائیں جو PIA کے متعلق سوالات اٹھے ہیں کم از کم ان کا جواب تو دیں۔احمد علی صاحب نے بھی شکایت کی، سیمیں صدیقی صاحبہ نے بھی اور زاہد صاحب نے بھی تو ان تینوں کا وہ کل آ کر جواب دے دیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: کل ان کو بلالیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے جی۔ کلثوم صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ یوتھ کی طرف مبذول کراؤں گی۔ اس وقت پورا پاکستان جس نفسا نفسی کا شکار ہے میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں بہت ضروری اقدامات ان بچوں کے لیے بھی اٹھانے چاہییں ۔ میں آج پتنگ بازی کے حوالے سے بات کروں گی۔ پنجاب کے بیشتر شہروں میں کئی جگہ پتنگ بازی کےمقابلے ہوئے ، فائرنگ ہوئی، خون خرابا ہوا ۔ حالانکہ اس پر پابندی کے لیے Supreme Court کی judgement ہے۔میں Supreme Court کی wording کو خدانخواستہ challenge نہیں کرتی مگر میں نے دونوں چیزوں میں Supreme Court کی wording کا حشر دیکھا کہ انہوں نے کہا چینی چالیس روپے کلو فروخت کی جائے جو کہ اب بھی سو روپے کلو مل رہی ہے۔پتنگ بازی کو انہوں نے مکمل ban کیا جبکہ مختلف شہروں میں بڑے اچھے طریقے سے مقابلے ہورہے ہیں۔

Mr. Chairman: We should not discuss the judgement of the honourable Supreme Court.

سینیٹر کلثوم پروین: میں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ میں judgement discuss نہیں کرتی۔ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ ہمیں یہ قانون بنانا چاہیے کہ پتنگ تو کاغذ کی ہے اس سے کوئی نقصان نہیں ہو رہا جو ڈور سے متعلق بات ہے اس کے لیے قانون سازی کرنی چاہیے، میدان بنانے چاہییں۔ کرکٹ اور ہاکی میں تو ہم ویسے بھی شکست کھا چکے ہیں۔ ہم بچوں سے کھیل کا وہ حق کیوں چھینیں جس میں ہم سمجھ رہے ہیں کہ بچوں کی involvement ہے ہمیں چاہیے کہ اس پر قانون سازی کریں۔ میری request ہے کہ آپ اس کو Standing Committee on Sports کو بھیج دیں تا کہ اس پر مکمل قانون سازی ہوسکے۔

Mr. Chairman: Kite flying is a provincial subject.

میرا خیال ہے پنجاب حکومت نے Kite Flying Ordinance جاری کیا ہوا ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! وہاں باقاعدہ مقابلے ہوئے ہیں ، فائرنگ ہوئی ہے، لوگ مارے گئے ہیں۔ ایک بارہ سال کا بچہ مارا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: یہ صوبائی معاملہ ہے۔ کیوں شاہ صاحب! کیا پنجاب میں Kite Flying Ordinance ہے۔ میرا خیال ہے if I do recall.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: I don't thing so sir, there was certain observation and there was a verdict of the High Court and the Supreme Court.

Mr. Chairman: No, but there was some action, I don't know, you will have to check it up.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اس کو دیکھنا پڑے گا۔ مگر it is a provincial subject sir.

(اس موقع پر ایوان میں اذان عشاء کی آواز سنائی دی)

(بعد از اذان عشاء)

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر سعیدہ۔

سینیٹر ڈاکٹر سعیدہ اقبال: شکریہ جناب چیئرمین! میں Islamabad Capital Territory کے کچھ areas کے مسئلے پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ یہاں ایک علاقہ ہے جس کا نام نیلور ہے وہاں پر 1960 میں PENSTIC کا ادارہ بنایا گیا تھا مگر وہاں پر شہری پچاس سال سے رہ رہے ہیں۔ پچھلی حکومت نے چالیس ، پینتالیس سال بعد ایک قانون بنایا کہ اس ادارے کے ارد گرد دو ہزار گز تک جو آبادی ہے اس کو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ وہاں کے شہری اب اس بات سے پریشان ہیں کہ پچاس سال بعد ایک مسئلے کو اٹھایا جا رہا ہے اور یہ قانون کسی اور جگہ پر نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی صورت حال ہے جس پر ان شہریوں نے تقریباً پانچ ہزار لوگوں نے دو تین دن پہلے وہاں پر جلوس بھی نکالا اور نعرے بازی بھی کی۔ اگر انتظامیہ اس کی طرف توجہ دے اور یہ مسئلہ حل ہو جائے تو بہتر ہو گا کیونکہ پھر اس سے شہر میں بدامنی ہو گی۔

جناب چیئرمین: جی ہمایوں صاحب۔ جی شاہ صاحب! please you want to respond?

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جیسا کہ ڈاکٹر سعیدہ اقبال صاحبہ نے سوال اٹھایا کہ PENSTIC کا ادارہ ساٹھ کی دہائی میں establish ہوا تھا اور وہاں پر پہلے ہی آبادی موجود تھی اور پھر جوں جوں آبادی بڑھتی رہی تو پھر مکانات بھی زیادہ بننے شروع ہوگئے لیکن 2007 میں جب اس ملک پر آمریت مسلط تھی اور ایک western interest پر کچھ housing societies کی وجہ سے کہ جنہوں نے وہ SRO with malafide intention جاری کروایا کہ دو ہزار گز تک جو Defence installation ہے اس کے ارد گرد آبادی نہیں ہوسکتی۔ بڑی سیدھی سی بات ہے یا تو Defence والے اس کی acquisition کرلیں اور لوگوں کو payment کردیں لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں ہے یا انصاف کا تقاضا نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آئینی طور پر آپ کسی پر بھی قدغن نہیں لگا سکتے کہ وہ اپنی property use نہ کرسکے۔اس پر میں سمجھتا ہوں Defence Committee should take *suo motu* notice of it. They should listen to the residents of that area اور پھر ان کو بھی بلالے کہ آیا یہ بدنیتی کی بنیاد پر یہ SRO جاری ہوا ہے یا نیک نیتی کی بنیاد پر ہوا ہے ؟ یہ قطعاً نہیں ہوسکتا کہ ایک آبادی کو بغیر وجہ بتائے بے دخل کیا جائے۔

جناب چیئرمین: اسی لیے میں کہہ رہا ہوں کہ آپ وزیر دفاع صاحب کو بلائیں ۔کافی issues raise ہوگئے ہیں concerning the Defence Minister وہ آکر ہر چیز کو clarify کردیں۔آپ نوٹ کرلیں اور ان کو مطلع کردیں کہ ممبران نے کچھ points raise کیے ہیں ، سیمیں صدیقی ، زاہد خان، احمد علی صاحب اور ڈاکٹر سعیدہ اقبال صاحبہ نے کیے ہیں تا کہ وہ آکر ان کو clarify کردیں۔Please do that, he should come tomorrow and clarify اور آپ وزیر داخلہ صاحب کو بھی بلالیجئے کیونکہ الیاس بلور صاحب نے Core Committee کی بات کی ہے اور اس کو clarify کردیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اس کو بھی بلاتے ہیں۔ میں وزیراعلیٰ سے بھی بات کرلیتا ہوں اور ان کی observation resolve کروا دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی آپ وزیراعلیٰ سے بھی بات کرلیں تاکہ یہ clarify ہو جائے۔ جی ہمایوں صاحب۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: شکریہ جناب چیئرمین! میرا point of order بھی PIA سے متعلق ہے۔ جب سے یہ current management آئی ہے تو پی آئی اے کے معاملات دن بدن بگڑتے جا رہے ہیں۔ جہاں پر مالی نقصان یا losses کا تعلق ہے وہ تو اپنی جگہ پر ہے مجھے خدشہ ہے کہ جس طرح سے معاملات آگے بڑھ رہے ہیں کہیں جا کر کوئی بڑا حادثہ نہ ہو جائے۔ دوسری طرف کوئٹہ سے کراچی سفر کرنے والے مسافروں کے ساتھ ایک بہت ہی ظالمانہ اور ناانصافی پر مبنی سلوک کیا جا رہا ہے کہ جو travel fare اسلام آباد اور کراچی کے درمیان ہے یا کراچی اور دبئی کے درمیان ہے وہی کوئٹہ اور کراچی کے درمیان ہے۔ جب کہ distance کا بہت زیادہ فرق ہے۔ یہ تقریباً دو گھنٹے کی flight ہے اور وہ ایک گھنٹے کی flight ہے۔ تقریباً دس، گیارہ ہزار روپے fare یہاں کا بھی ہے اور دس، گیارہ ہزار روپے جو کوئٹہ کے غریب لوگ ہیں وہ برداشت نہیں کرسکتے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ کل وزیر صاحب سے یہ بھی پوچھا جائے کہ کوئٹہ کے لوگوں کے ساتھ یہ زیادتی کیوں ہو رہی ہے۔ یہ پہلے نہیں تھی جب تک air blue کی flights چل رہی تھیں اس وقت وہ competitive fare دیتے تھے تو PIA بھی ان کو match کر رہا تھا۔ جب سے کوئٹہ کے لیے air blue flights بند ہوئی ہیں اس کے بعد یہ problems شروع ہو گئی ہیں اور monopoly والی کیفیت بن گئی ہے۔ Thank you.

Mr. Chairman: OK. Shah sahib, another point has been raised with regard to the PIA. I think let the honourable Minister come and clarify the points of order which have been raised by the honourable Senators.

The House stands adjourned to meet again on Tuesday, the 23rd February, 2010 at 10:30 am.

[*The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the 23rd February, 2010 at 10:30 am*]